شمارہ ۱۰
اخاء ۱۳۴۹ ہش
اکتوبر ۱۹۷۰ء
جلد ۱۱

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت چھ روپے
دیگر ممالک تیرہ شلنگ

فی پرچہ ساٹھ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماھنامہ انصار اللہ ربوہ

اخاء ۱۳۴۹ھش

(شعبان ۱۳۹۰ ہجری۔ اکتوبر ۱۹۷۰ء)

ایڈیٹر
مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ: چھ روپے ؍ فی پرچہ: ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

ناشر :- چوہدری محمد ابراہیم ۔ مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت :- دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۱۱ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۱۰

اخاء ۱۳۴۹ ہش

مرکز میں بار بار آنے اور دین سیکھنے کا قرآنی حکم

اس قرآنی حکم پر عمل پیرا ہونے کا ایک انمول موقع

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس امر پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے کہ اسلام اپنے پیروؤں میں اس درجہ اجتماعیت کی روح پھونکنا چاہتا ہے کہ وہ ایک نفسِ واحد کی طرح نظر آنے لگیں۔ چنانچہ اُس نے متعدد ایسے احکام دیئے ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ اجتماعیت کی اس روح کو فروغ دیکر انہیں بنیان مرصوص کی طرح باہم متحد کیا جائے اور وہ دنیا میں ایک ایسی جماعت کی شکل اختیار کرلیں جن کا باہمی اتحاد و اتفاق یکسر ناقابلِ تسخیر ہو۔ چنانچہ حضور علیہ السلام اِن اسلامی احکام اور ان کی حکمت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء ہے کہ تمام انسانوں کو ایک نفسِ واحد کی طرح بنا دے۔ اس کا نام وحدتِ جمہوری ہے جس سے بہت سے انسان بحالتِ مجموعی ایک انسان کے حکم میں سمجھے جاتے ہیں۔ مذہب سے بھی یہی منشاء ہوتا ہے کہ تسبیح کے دانوں کی طرح وحدتِ جمہوری کے ایک دھاگہ میں سب پروئے جائیں۔ یہ نمازیں باجماعت جو ادا کی جاتی ہیں وہ بھی اسی وحدت کے لئے ہیں تاکہ کُل نمازیوں کا ایک وجود شمار کیا جاوے اور آپس میں ملکر کھڑے ہونے کا حکم اس لئے ہے کہ جس کے پاس زیادہ نور ہے وہ دوسرے کمزور میں سرایت کرکے اسے قوت دے۔ حتیٰ کہ حج بھی اسی لئے ہے۔

اِس وحدتِ جمہوری کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے کی ابتداء اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے کی ہے کہ اوّل یہ حکم دیا کہ ہر ایک محلّہ والے پانچ وقت نمازوں کو باجماعت محلّہ کی مسجد میں ادا کریں تاکہ اخلاق کا

تبادلہ آپس میں ہو اور انوار مل ملا کر کمزوری کو دور کر دیں اور آپس میں تعارف ہو کر اُنس پیدا ہو جاوے۔ تعارف بہت عمدہ شے ہے کیونکہ اس سے اُنس بڑھتا ہے جو کہ وحدت کی بنیاد ہے ...

پھر دوسرا حکم یہ ہے کہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں جمع ہوں۔ چونکہ ایک شہر کے لوگوں کا ہر روز جمع ہونا تو مشکل ہے اس لئے یہ تجویز کی کہ شہر کے سب لوگ ہفتہ میں ایک دفعہ مل کر تعارف اور وحدت پیدا کریں۔ آخر کبھی نہ کبھی تو سب ایک ہو جائیں گے۔ پھر سال کے بعد عیدین میں یہ تجویز کی کہ دیہات اور شہر کے لوگ مل کر نماز ادا کریں تاکہ تعارف اور اُنس بڑھ کر وحدتِ جمہوری پیدا ہو۔ پھر اسی طرح تمام دنیا کے اجتماع کے لئے ایک دن عمر بھر میں مقرر کر دیا کہ مکّہ کے میدان میں سب جمع ہوں۔ غرضکہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کہ آپس میں اُلفت اور اُنس ترقی پکڑے ...... ان تمام اجتماعوں کا یہ فائدہ ہے کہ ایک کے انوار دوسرے میں اثر کر کے اسے قوّت بخشیں۔"

(ملفوظات جلد ہفتم ص۲۹-۱۲۸ (فصل۱۳))

حضور علیہ السلام کے ان بصیرت افروز ارشادات سے واضح ہے کہ اسلام میں اللہ تعالیٰ نے اجتماعیت پر بہت زور دیا ہے۔ باجماعت نمازوں، جمعہ اور عیدین کی نمازوں اور حج کے عالمگیر اجتماع کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ مسلمانوں میں ہر سطح پر وحدتِ جمہوری قائم ہو اور وہ بحیثیت مجموعی نفسِ واحد کی طرح نظر آئیں۔ اس تعلق میں اسلام کے بعض دیگر احکامات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں وحدتِ جمہوری قائم کرنے کے سلسلہ میں صرف ان اجتماعات پر ہی اکتفا نہیں فرمایا ہے بلکہ اس وحدت کو اور زیادہ مستحکم کرنے اور اجتماعی سطح پر مومنوں کو بار بار روحانی حیاتِ نو سے ہمکنار کرنے کے لئے دو قسم کے احکام اور دیئے ہیں۔

ان میں سے ایک حکم یہ ہے کہ جب بھی مومنوں کو خدا کا رسول یا اس کا نائب بلائے تو ان کا فرض یہ ہے کہ وہ جہاں کہیں ہوں اور جس حال میں بھی ہوں فوراً اپنے دنیوی مشاغل کو چھوڑ کر اس کی خدمت میں حاضر ہو جائیں اور اس کے زندگی بخش اور روح پرور ارشادات سے فیض یاب ہو کر اور ان پر بدل و جان عمل پیرا ہو کر حیاتِ نو سے ہمکنار ہوں جیسا کہ فرمایا:۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا ... اے مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک

لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (الانفال آیت ۲۵)

کہو جبکہ وہ رسول تم کو زندہ کرنے کے لئے پکارے (یعنی مرکز میں آجمع ہونے کے لئے بلائے)

پھر ساتھ ہی خبردار بھی فرمایا کہ اگر خدا کا رسول یا اس کا نائب جب تمہیں مرکز میں آجمع ہونے کا حکم دے تو کبھی اس حکم کو عام یا معمولی حکم سمجھ کر ٹالنے کی کوشش نہ کرو اور یاد رکھو تمہارا پہلو تہی کرنا تم کو مصیبت میں مبتلا کرنے کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۔ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (النور آیت ۶۴)

اے مومنو! یہ نہ سمجھو کہ رسول کا تمہیں آواز دے کر بلانا ایسا ہی ہے جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو پہلو بچا کر چلے جاتے ہیں۔ پس جو رسول کے حکم کے خلاف عمل کرتے ہیں انہیں چاہیئے کہ اس بات سے ڈریں کہ وہ کسی آفت میں مبتلا نہ ہو جائیں یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچ جائے۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ مومنوں کا دل مرکز اسلام کے ساتھ اس طرح اٹکا رہنا چاہیئے کہ انہیں بلایا نہ بھی جائے تو بھی وہ بار بار مرکز میں آکر ماموریں اللہ یا اس کے نائب کے ارشادات اور توجہ قدسیہ سے فیضیاب ہو کر علم دین سیکھیں اور پھر اپنے اپنے علاقوں میں واپس جا کر دوسروں کو دین سکھائیں اور ان کی تربیت کریں۔ اگر ایک ہی وقت میں سارے کے سارے لوگ مرکز میں نہ جا سکیں تو اپنے اپنے علاقوں کی نمائندگی کرتے ہوئے مومنوں کو گروہ در گروہ مرکز میں بار بار آتے رہنا چاہیئے۔ اور وہاں کچھ عرصہ قیام کرکے دین سیکھنا چاہیئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝ (سورہ توبہ آیت ۱۲۲)

اور مومنوں کے لئے ممکن نہ تھا کہ وہ سب کے سب اکٹھے ہو کر تعلیم دین کے لئے نکل پڑیں۔ پس کیوں نہ ہوا کہ ان کی جماعت میں سے ایک گروہ نکل پڑتا تاکہ وہ دین پوری طرح سیکھتے۔ اور اپنی قوم کو واپس لوٹ کر بے دینی سے ہوشیار کرتے تاکہ وہ گمراہی سے ڈرنے لگیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مذکورہ بالا آیت پر کما حقہ عمل پیرا ہونے اور اس کے مطابق افراد جماعت کے گروہوں کی شکل میں بار بار مرکز میں آنے اور یہاں آکر دین سیکھنے اور پھر اپنی اپنی جماعتوں اور اپنے اپنے علاقوں میں واپس جاکر دوسروں کو بے دینی سے ہوشیار کرنے اور انہیں دین کا والہ و شیدا بنانے

کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"یہاں قرآن کریم نے امت مسلمہ کو جو اقوامِ عالم پر مشتمل اور اکنافِ عالم میں پھیلی ہوئی ہے یہ حکم دیا ہے کہ ہر قوم اور ہر ملک کی نمائندہ جماعت مرکز میں آتی رہنی چاہیئے تاکہ وہ دین سیکھے اور ضروریاتِ وقت سے آگاہ ہو۔ اور اس بات کا علم حاصل کرے کہ اسلام کے لئے موجودہ زمانہ میں کس قسم کی قربانیوں کی ضرورت ہے اور ان کو معلوم ہو کہ ان کا امام وقت کن کاموں کی طرف اور کن منصوبوں کی طرف انہیں بلاتا ہے اور تاکہ وہ ان (کاموں اور منصوبوں) کی حکمت کو سمجھیں تا جب وہ واپس جائیں تو اپنے اپنے علاقہ میں اپنے دوسرے بھائیوں کو یہ بتائیں کہ اس وقت اسلام پر فلاں فلاں طرف سے حملہ ہو رہا ہے اس کے جواب کے لئے تم تیار ہو جاؤ، اسلام کے خلاف دجل کے یہ طریق استعمال کئے جا رہے ہیں اور اس وجہ سے اسلام کی حفاظت اور اسلام کی بقاء کے لئے اور اسلام کی ترقی اور استحکام کے لئے جماعت کے سامنے یہ منصوبہ رکھا جا رہا ہے، ان قربانیوں اور ایثار کے نمونوں کو پیش کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار ہو جاؤ اور عملی طور پر ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قبیلوں کے نمائندے مدینہ میں آپؐ کے پاس جمع ہوتے رہتے تھے۔ وہ علمِ دین سیکھتے اور علمِ قرآن سیکھتے۔ قرآن کریم کے بعض حصوں کو یاد کرتے، تفقہ فی الدین حاصل کرتے اور پھر اپنی قوم میں واپس جاتے اور اس طرح احیاءِ دینِ اسلام کے سامان پیدا کرتے۔ جو لوگ وہاں مدینہ میں آتے وہ بھی اپنے وقت کی قربانی دیتے۔ علمِ دین سیکھنے کے لئے بھی اور علمِ دین سکھانے کے لئے بھی، اور ان سے علمِ دین سیکھنے والے بھی اپنے وقت خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو مدینہ میں آنے والا ان کے نفسوں کو تو فائدہ پہنچ جاتا۔ ان سے دوسروں کو کوئی فائدہ نہ پہنچتا۔ لیکن اس سکیم اور اس منصوبہ کی اصل غرض تو تھی ہی یہ کہ لوگ باہر سے مرکز میں آئیں۔ دین سیکھیں، ضروریاتِ اسلام کا علم حاصل کریں پھر واپس جائیں اور یہ باتیں اپنے دوسرے بھائیوں کو بتائیں۔

پس "طواف" کا مقصد حاصل نہیں ہوتا جب تک یہ طائفہ اور طائفین اور یہ لوگ وقت کی قربانی دینے والے نہ ہوں۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام نے پاکیزگی اور طہارت کی تعلیم دی ہے اور خدا تعالیٰ نے ایسی امت پیدا کر دی ہے جو اپنے وقتوں کو قربان کر کے خدا اور اس کے رسول کے لئے مرکز میں جمع ہوتے ہیں۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ مئی ۱۹۶۷ء مطبوعہ الفضل ۴ جون ۱۹۶۷ء)

الغرض قرآن مجید کے نہایت درجہ واضح اور بیّن احکام کے مطابق ہمارے لئے از خود گروہ در گروہ مرکز میں جاکر اور وہاں کچھ عرصہ مقیم رہ کر دین سیکھنا اور ضروریاتِ دین سے آگاہ ہونا اور پھر واپس جاکر اپنے اپنے علاقوں میں دوسرے لوگوں کو علمِ دین سکھانا اور انہیں بھی ضروریاتِ دین سے آگاہ کرنا از بس ضروری ہے۔ اور پھر جب تاکیداً آواز دیکر ہمیں مرکزِ سلسلہ میں آ جمع ہونے کے لئے کہا جائے تو پھر ہم میں سے ہر ایک کا بدرجۂ اولےٰ یہ فرض ہے کہ وہ يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ کے قرآنی حکم پر عمل پیرا ہوتے ہوئے سب کام کاج اور دنیوی اشغال چھوڑ کر دیوانہ وار مرکز میں آ حاضر ہو اور امامِ وقت کے زندگی بخش ارشادات سے فیضیاب ہو کر ایک نئی روحانی حیات سے ہمکنار ہو۔

ہمارے لئے جنہیں بفضلہ اللہ تعالےٰ اِس زمانہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ جلیل القدر فرزند اور اللہ تعالےٰ کے عظیم الشان مامور کی پکار "مَنْ أَنْصَارِيْ إِلَى اللّٰهِ" پر لبیک کہتے ہوئے "نَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ" کا نعرہ لگانے کی غیر معمولی سعادت نصیب ہوئی ہے آج پھر مرکزِ سلسلہ کی طرف سے بلند ہونے والی آواز پر لبیک کہنے اور دیوانہ وار مرکزِ سلسلہ میں آ جمع ہونے کا اجتماع انصار اللہ کی شکل میں ایک انمول موقعہ پیدا ہو رہا ہے۔ امسال یہ مقدس و مبارک للّٰہی اجتماع جو مجلس انصار اللہ مرکزیہ کی طرف سے منعقد ہونے والا پندرھواں سالانہ اجتماع ہے ۲۳-۲۴-۲۵ اخاء ۱۳۴۹ ہجری شمسی (مطابق ۲۳، ۲۴-۲۵ اکتوبر ۱۹۷۰ء) بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار منعقد ہونا قرار پایا ہے۔ یہ وہی مقدس و مبارک للّٰہی اجتماع ہے جس میں ہمیں دین سیکھنے، موجودہ وقت میں ضروریاتِ دین سے آگاہ ہونے، جس قسم کی آج قربانیوں کی ضرورت ہے ان سے باخبر ہونے، دنیا میں دین کی سربلندی کے لئے اہم وقت سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز جن کاموں اور منصوبوں پر عمل پیرا ہونے کے لئے ہمیں بتا رہے ہیں۔ ان کی حکمت سے آگاہی حاصل کرنے نیز خود حضور کے جاں بخش اور روح پرور ارشادات اور حضور کی قوتِ قدسیہ سے فیضیاب ہو کر ایک نئی روحانی حیات سے ہمکنار ہونے کا ایک انمول موقعہ میسر آئے گا۔ تین دن اور تین راتیں ہر آن ذکرِ الٰہی میں مصروف رہ کر آسمان سے نزولِ ملائکہ کا مشاہدہ کرنے اور ان کے نزول کی انقلاب انگیز تاثیرات خود اپنے وجودوں میں محسوس کرنے اور اس طرح قربِ الٰہی کی منازل طے کرنے کی غیر معمولی سعادت نصیب ہوگی۔ انشاء اللہ العزیز و باللہ التوفیق۔

ہم سب انصار کا خواہ ہم کہیں بھی سکونت رکھتے ہوں یہ فرض ہے کہ ایسے مقدس و بابرکت اور للّٰہی اجتماع میں (جس کی برکات اور انقلاب انگیز تاثیرات سے ہم سالہا سال سے فیضیاب ہوتے چلے آ رہے ہیں) شمولیت کے

لئے دیوانہ وار مرکز میں کھنچے چلے آئیں۔ اب جبکہ مرکز کی طرف سے اجتماع کے انعقاد کا اعلان ہو چکا ہے۔ اور ہمیں اس میں شمولیت کے لئے پکارا جا چکا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم ادنے ادنے حرجوں کی پرواہ نہ کریں اور کسی دنیوی مصروفیت کو بھی خاطر میں نہ لائیں اور اس آواز پر والہانہ لبیک کہتے ہوئے مقررہ تاریخوں پر اپنے مرکز میں آجمع ہوں۔ ہم آئیں دیوانہ وار آئیں اور اس شان سے آئیں کہ ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا کا نظارہ پوری شان کے ساتھ ایک دفعہ پھر دنیا کے سامنے آجائے۔

ہم یقین رکھتے ہیں اور ہمارے اس یقین پر سالہا سال کا تجربہ شاہد ہے کہ جو انصار گزشتہ سالوں میں اس للّٰہی اجتماع میں شرکت کر کے اس کی عظیم الشان برکات سے بہرہ یاب ہوتے رہے ہیں وہ آئیں گے اور دیوانہ وار کھچے چلے آئیں گے۔ کوئی دنیوی مصروفیت انشاء اللہ العزیز انہیں یہاں آنے سے باز نہ رکھ سکے گی ہم جانتے ہیں کہ جو بھی اس روحانی کیف و سرور اور سرخوشی و سرمستی سے جو اس للّٰہی اجتماع کا طرۂ امتیاز ہے ایک دفعہ بہرہ یاب ہؤا اس کے لئے یہ ممکن ہی نہیں رہتا کہ وہ پھر کبھی غیر حاضر رہنے کا خیال بھی دل میں لا سکے۔ ایسے احباب تو گن گن کر دن گزارتے ہیں کہ کب سال ختم ہو اور انہیں آئندہ اجتماع میں شمولیت کی سعادت میسر آئے۔ سوائے اس کے کہ اس دوران میں خدائی مقدرات کے ماتحت زندگی مستعار کے دن پورے ہونے پر خدا تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آجائے اور کوئی چیز ان کے یہاں آنے میں روک نہیں بن سکتی۔ وہ تو سال بہ سال آتے ہی ہیں اور اس دفعہ بھی آئیں گے۔ انہیں کسی تحریک یا ترغیب و تحریص کی ضرورت نہیں اور نہ ہم انہیں یاددہانی کرا کے ان کے جذبۂ شوق اور ولولۂ عشق کو ٹھیس پہنچانا چاہتے ہیں۔ البتہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ابھی بہت سی جماعتیں اور ان جماعتوں کی مجالس انصاراللہ ایسی ہیں جن کا کوئی ایک نمائندہ بھی اجتماع میں شامل نہیں ہوتا۔ وہ اس روحانی لذت، کیف و سرور اور ان انقلاب انگیز تاثیرات سے ناآشنا ہیں جن سے اس للّٰہی اجتماع کے طیّب و شیریں ثمرات کے طور پر ہر شمولیت کرنے والا انصار بھائی بہرہ یاب ہوتا ہے۔ ان کی محرومی، جس کا انہیں احساس نہیں، دل میں ایک درد پیدا کرتی ہے اور یہ درد ہی ہمیں مجبور کرتا ہے۔ کہ ہم انہیں توجہ دلائیں کہ وہ روحانی نعمتوں کے اس خوانِ یغما سے جو اجتماع انصاراللہ کی شکل میں ہر سال ہمارے لئے آسمان سے نازل ہوتا ہے اپنے آپ کو محروم نہ رکھیں۔ بلکہ وہ بھی آئیں اور اس سے جی بھر کے متمتع ہوں۔

ایسی جماعتوں اور ایسی مجالس کو ہم یہ یاد دلانا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ وہ روحانی نعما کے ایک بیش بہا خزینہ سے اپنے آپ کو محروم کر رہی ہیں۔ مجالس انصاراللہ، خدام الاحمدیہ، لجنات اماء اللہ، اطفال الاحمدیہ اور ناصرات الاحمدیہ کے مرکزی اجتماعات کی اہمیت اور ان کی بے انداز افادیت کے پیشِ نظر

(باقی دیکھیں صفحہ ۴۴ پر)

کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سخت بدنصیب ہے وہ شخص جو صادقوں کی صحبت سے دور رہے

صادقوں اور راستبازوں کے پاس بیٹھنے والا بھی انہیں میں شریک ہوتا ہے

صادق بننا چاہتے ہو تو کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ کے پاک حکم پر عمل کرو

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتب و ملفوظات میں کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ کے قرآنی حکم پر عمل کرنے کی بار بار تلقین فرمائی ہے اور اس لئے فرمائی ہے کہ تزکیہ نفس اور تطہیرِ قلب کے لئے صادقوں اور راستبازوں کی صحبت اختیار کرنا ازحد ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے احباب کو بڑی کثرت کے ساتھ یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ وہ بار بار مرکز میں آکر حضور کی صحبت میں رہیں۔ اِس ماہ کے اواخر میں احبابِ جماعت کو انصار اللہ کے مرکزی سالانہ اجتماع کی شکل میں کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ کے قرآنی حکم پر عمل پیرا ہونے اور اس کی عظیم الشان برکات سے مستفیض ہونے کا انمول موقعہ میسر آنے والا ہے۔ چنانچہ ذیل میں حضور علیہ السلام کے پُرمعارف ملفوظات کا ایک نہایت قیمتی اقتباس ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے جس میں حضورؑ نے کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ کے خدائی حکم کی اہمیت کو بڑے ہی دلنشین انداز میں واضح فرمایا ہے (ادارہ)

اصلاحِ نفس کی ایک راہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ یعنی جو لوگ قولی، فعلی، عملی اور حالی رنگ میں سچائی پر قائم ہیں ان کے ساتھ رہو۔ اس سے پہلے فرمایا یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ یعنی ایمان والو تقوے اللہ اختیار کرو۔ اس سے یہ مراد ہے کہ پہلے ایمان ہو پھر سنّت کے طور پر بدی کی جگہ کو چھوڑ دے اور صادقوں کی صحبت میں رہے۔ صحبت کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔ جو اندر ہی اندر ہوتا چلا جاتا ہے اگر کوئی شخص ہر روز کنجریوں کے ہاں جاتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ کیا میں زنا کرتا ہوں؟ اس سے کہنا چاہیئے کہ ہاں تو

کرے گا، وہ ایک نہ ایک دن اس میں مبتلا ہو جاوے گا کیونکہ صحبت میں تاثیر ہوتی ہے۔ اسی طرح پر جو شخص شراب خانہ میں جاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی پرہیز کرے اور کہے کہ میں نہیں پیتا ہوں لیکن ایک دن آئے گا کہ وہ ضرور پئے گا۔ پس اس سے کبھی بے خبر نہیں رہنا چاہیئے کہ صحبت میں بہت بڑی تاثیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصلاحِ نفس کے لئے كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ کا حکم دیا ہے۔ جو شخص نیک صحبت میں جاتا ہے خواہ وہ مخالفت ہی کے رنگ میں ہو لیکن وہ صحبت اپنا اثر کئے بغیر نہ رہے گی۔ اور ایک نہ ایک دن وہ اس مخالفت سے باز آجاوے گا۔

ہم افسوس سے کہتے ہیں کہ ہمارے مخالف اسی صحبت کے نہ ہونے کی وجہ سے محروم رہ گئے۔ اگر وہ ہمارے پاس آکر رہتے۔ ہماری باتیں سنتے تو ایک وقت آجاتا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی غلطیوں پر متنبہ کر دیتا اور وہ حق کو پالیتے۔ لیکن اب چونکہ اس صحبت سے محروم ہیں اور انہوں نے ہماری باتیں سننے کا موقعہ کھو دیا ہے اس لئے کبھی کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ یہ دہریئے ہیں، شراب پیتے ہیں، زانی ہیں، اور کبھی یہ اتہام لگاتے ہیں کہ نعوذ باللہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں۔ ایسا کیوں کہتے ہیں صحبت نہیں۔ اور یہ قہرِ الٰہی ہے کہ صحبت نہ ہو۔ لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کی ہے تو صلح حدیبیہ کے مبارک ثمرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں کو آپ کے پاس آنے کا موقعہ ملا۔ اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنیں تو ان میں سے صدہا مسلمان ہو گئے۔ جب تک انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں نہ سنی تھیں ان میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک دیوار حائل تھی۔ جو آپ کے حسن و جمال پر ان کو اطلاع نہ پانے دیتی تھی اور جیسا دوسرے لوگ کذاب کہتے تھے (معاذ اللہ) وہ بھی کہہ دیتے تھے۔ وہ ان فیوض و برکات سے بے نصیب تھے جو آپ لے کر آئے تھے اس لئے کہ دور تھے۔ لیکن جب وہ حجاب اٹھ گیا اور پاس آکر دیکھا اور سنا تو وہ محرومی نہ رہی اور سعیدوں کے گروہ میں داخل ہو گئے۔ اسی طرح پر بہتوں کی بدنصیبی کا اب بھی یہی باعث ہے جب ان سے پوچھا جاوے کہ تم نے ان کے دعویٰ اور دلائل کو کہاں تک سمجھا ہے تو بجز چند بہتانوں اور افتراؤں کے کچھ نہیں کہتے جو بعض مفتری سنا دیتے ہیں۔ وہ ان کو سچ مان لیتے ہیں اور خود کوشش نہیں کرتے کہ یہاں آکر خود تحقیق کریں اور ہماری صحبت میں آکر دیکھیں۔ اس لئے ان کے دل سیاہ ہو جاتے ہیں اور وہ حق کو نہیں پا سکتے۔ لیکن اگر وہ تقویٰ سے کام لیتے تو کبھی گناہ نہ تھا کہ وہ آکر ہم سے ملتے جلتے رہتے اور ہماری باتیں سنتے رہتے۔ حالانکہ عیسائیوں اور ہندوؤں سے بھی ملتے ہیں اور ان کی باتیں سنتے ہیں اور ان کی مجلسوں میں جاتے ہیں۔ پھر کونسا امر مانع تھا جو ہمارے پاس آنے سے انہوں نے پرہیز کیا۔

غرض یہ بڑی ہی بدنصیبی ہے اور انسان اس کے سبب محروم ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا

کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ اس میں بہت بڑا نکتہ معرفت یہی ہے کہ چونکہ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے اس لئے ایک راستباز کی صحبت میں رہ کر انسان راستبازی سیکھتا ہے اور اس کے پاک انفاس کا اندر ہی اندر اثر ہونے لگتا ہے جو اس کو خدا تعالیٰ پر ایک سچا یقین اور بصیرت عطا کرتا ہے۔ اس صحبت میں صدق دل سے رہ کر وہ خدا تعالیٰ کی آیات اور نشانات کو دیکھتا ہے جو ایمان کو بڑھانے کے ذریعے ہیں۔ جب انسان ایک راستباز اور صادق کے پاس بیٹھتا ہے تو صدق اس میں کام کرتا ہے۔ لیکن جو راستبازوں کی صحبت کو چھوڑ کر بدوں اور شریروں کی صحبت کو اختیار کرتا ہے تو ان میں بدی اثر کرتی ہے۔ اسی لئے احادیث اور قرآن شریف میں صحبتِ بد سے پرہیز کرنے کی تاکید اور تہدید پائی جاتی ہے اور لکھا ہے کہ جہاں اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اہانت ہوتی ہو اس مجلس سے فی الفور اٹھ جاؤ ورنہ جو اہانت سن کر نہیں اٹھتا اس کا شمار بھی ان میں ہی ہوگا۔ صادقوں اور راستبازوں کے پاس رہنے والا بھی ان میں ہی شریک ہوتا ہے۔ اس لئے کس قدر ضرورت ہے اس امر کی کہ انسان کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے پاک ارشاد پر عمل کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو دنیا میں بھیجتا ہے وہ پاک لوگوں کی مجلس میں آتے ہیں اور جب واپس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک مجلس دیکھی ہے جس میں لوگ تیرا ذکر کر رہے تھے مگر ایک شخص ان میں سے نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں وہ بھی ان میں ہی سے ہے کیونکہ اِنَّھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کی صحبت سے کس قدر فائدے ہیں۔ سخت بدنصیب ہے وہ شخص جو صحبت سے دور رہے۔ غرض نفس مطمئنہ کی تاثیروں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اطمینان یافتہ لوگوں کی صحبت میں اطمینان پاتے ہیں۔ امّارہ والے نفس میں امّارہ کی تاثیریں ہوتی ہیں اور جو شخص نفس مطمئنہ والے کی صحبت میں بیٹھتا ہے اور اس پر بھی اطمینان اور سکینت والے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں اور اندر ہی اندر سے تسلی ملنے لگتی ہے۔ مطمئنہ والے کو پہلی نعمت یہ دی جاتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے آرام پاتا ہے جیسے فرمایا یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً۔ یعنی اے خدا تعالیٰ میں آرام یافتہ نفس اپنے رب کی طرف آجا۔ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی۔ اس میں ایک باریک نکتہ معرفت ہے جو یہ کہا کہ خدا تعالیٰ تجھ سے راضی تو خدا تعالیٰ سے راضی۔ بات یہ ہے کہ جب تک انسان اس مرحلہ پر نہیں پہنچتا اور لوّامہ کی حالت میں ہوتا ہے اس وقت تک خدا تعالیٰ سے ایک قسم کی لڑائی رہتی ہے۔ یعنی کبھی کبھی وہ نفس کی تحریک سے نافرمانی بھی کر بیٹھتا ہے۔ لیکن جب مطمئنہ کی حالت پر پہنچتا ہے تو اس جنگ کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے صلح ہو جاتی ہے۔ اس وقت وہ خدا سے راضی ہوتا ہے اور خدا اس سے راضی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ لڑائی بھڑائی بالکل جاتی رہتی ہے۔"

(ملفوظات جلد ششم ص۲۴۷ تا ص۲۵۰)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فَیَا طَالِبِیْ رُشْدٍ عَلٰی بَابِیْ احْضُرُوْا

پس اے ہدایت کے طالبو! میرے دروازے پر حاضر ہو جاؤ۔

وَاِنِّیْ اَنَا الْمَوْعُوْدُ وَالْقَائِمُ الَّذِیْ ۔۔۔ بِہٖ تُمْلَأَنَّ الْاَرْضُ عَدْلًا وَّتُثْمِرُ

" اور میں مسیح موعود اور وہ امام قائم ہوں جو زمین کو عدل سے بھریگا اور ویران جنگلوں کو پھل دار کرے گا

بِنَفْسِیْ تَجَلَّتْ طَلْعَۃُ اللّٰہِ لِلْوَرٰی ۔۔۔ فَیَا طَالِبِیْ رُشْدٍ عَلٰی بَابِیْ اُحْضُرُوْا

میرے ساتھ خدا کی صورت خلقت پر ظاہر ہوگی۔ پس اے ہدایت کے طالبو میرے دروازے پر حاضر ہو جاؤ

خُذُوْا حَظَّکُمْ مِنِّیْ فَاِنِّیْ اِمَامُکُمْ ۔۔۔ اُذَکِّرُکُمْ اَیَّامَکُمْ وَاُبَشِّرُ

اپنا حصہ مجھ سے لے لو کہ میں تمہارا امام ہوں تمہیں تمہارے دن یاد دلاتا ہوں اور بشارت دیتا ہوں۔

وَقَدْ جِئْتُکُمْ یَا قَوْمِ عِنْدَ ضَرُوْرَۃٍ ۔۔۔ فَھَلْ مِنْ رَّشِیْدٍ عَاقِلٍ یَتَدَبَّرُ

اور اے میری قوم ضرورت کے وقت تمہارے پاس آیا ہوں پس کیا کوئی تم میں رشید اور عقلمند ہے جو اس بات کو سوچے

وَمَا الْبِرُّ اِلَّا تَرْکُ بُخْلٍ مِّنَ التُّقٰی ۔۔۔ وَمَا الْبُخْلُ اِلَّا رَدُّ مَنْ یَّتَبَقَّرُ

اور نیکی بجز اسکے کوئی چیز نہیں کہ تقوے کی راہ سے بخل کو دور کر دیا جاوے اور بخل بجز اسکے کچھ نہیں کہ جس کا علم وسیع اور کامل ہے اور اپنے سے بہتر ہے اسکو قبول نہ کیا جاوے

وَقَالُوْا اِلَی الْمَوْعُوْدِ لَیْسَ بِحَاجَۃٍ ۔۔۔ فَاِنَّ کِتَابَ اللّٰہِ یَھْدِیْ وَیُخْبِرُ

اور انہوں نے کہا کہ مسیح موعود کی طرف کچھ حاجت نہیں۔ کیونکہ اللہ کی کتاب ہدایت دیتی اور خبر دیتی ہے۔

وَمَا ھِیَ اِلَّا بِالْغَیُوْرِ دُعَابَۃٌ ۔۔۔ فَیَا عَجَبًا مِّنْ فِطْرَۃٍ تَتَھَوَّرُ

اور یہ تو خدائے غیور کے ساتھ ہنسی ٹھٹھا ہے۔ پس ایسی بے باک فطرتوں پر تعجب آتا ہے۔

(اعجاز احمدی صفحہ ۶۰-۶۱)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

لُطفِ اُو ترکِ طالباں نکند

خدا کا لطف ہمیشہ اپنے طالبوں کے شاملِ حال رہتا ہے

ہر کہ باذاتِ او سرے دارد — پشت بر روئے دیگرے دارد

جو شخص خدا تعالیٰ کی ذات سے تعلق رکھتا ہے — وہ اوروں کی طرف سے پیٹھ پھیر لیتا ہے۔

ہر کہ گیرد درش بصدق و حضور — از در و بام او ببارد نور

جو شخص اس کے دروازے کو صدق اور اخلاص سے اختیار کرتا ہے اس کے دروازہ اور چھت سے نور برسنے لگتا ہے۔

نُورِ تاباں چو مہ ز پیشانی؛ — بر ہمہ رُو ز عشقِ ربّانی

اس کی پیشانی سے چاند کی طرح نور چمکتا ہے۔ — اور عشقِ الٰہی سے سارا چہرہ روشن ہو جاتا ہے۔

عشقِ آں یار مُدّعا گشتہ — دل ز غیرِ خُدا جُدا گشتہ

اس دوست کا عشق اس کا مدّعا بن گیا ہے۔ — اور غیر اللہ سے اس کا دل جدا ہو گیا ہے

لُطفِ او ترکِ طالباں نکند — کس بکارش زیاں نکند

خدا کا لطف ہمیشہ اپنے طالبوں کے شاملِ حال رہتا ہے اس کی راہ میں کوئی نقصان نہیں اٹھاتا۔

ہر کہ آں در گرفت کارش شد — صد امیدے بروز گارش شد

جس نے وہ دروازہ اختیار کر لیا اس کا کام بن گیا اور اسکے کاروبار کی کامیابی پر سینکڑوں امیدیں بندھ گئیں

مثلِ آں دلستاں کجا دیدی — پس چرا ہجرِ او پسندیدی

تو نے اس معشوق کی طرح کوئی اور معشوق کہاں دیکھا ہے — پھر کیوں اس کی جدائی کو پسند کر لیا۔

(نزول المسیح)

بیعت کا حق کب ادا ہوتا ہے؟

سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"بیعت کے معنے بیچنے کے ہیں۔ جب مومن بیعت کرتا ہے تو گویا وہ اپنی جان اور اپنے مال کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں آتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں دراصل وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اس لئے بیعت کرتے وقت ایک مومن رسول سے نہیں بلکہ خدا سے اقرار کرتا ہے کہ اب میں نے اپنی جان کو ان انعاموں کے بدلے بیچ دیا جو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لئے رکھے ہیں یعنی ہمیشہ کی زندگی اور جنت

جب انسان اپنی چھوٹی سی چیز بیچنا چاہے اور اس کے بدلے میں زیادہ دام اس کو مل جائیں تو وہ ایسے سودے کو کبھی واپس کرنا نہیں چاہتا۔ سو تھوڑی سی زندگی کے بدلے اگر ہمیشہ کی زندگی اور جنت مل جائے تو اس سے اچھا سودا اور کیا ہو سکتا ہے۔ کوئی عقلمند بھی ایسے سودے کو واپس کرنا پسند نہیں کرے گا انسان کی جان یوں بھی تو بے حد خطرات میں ہے۔ بیعت کے وقت وہ اس کو اپنے مالکِ حقیقی کے سپرد کر دیتا ہے اور اس کے بدلہ میں ہمیشہ کی زندگی کا امیدوار ہو جاتا ہے۔ بہت سے لوگ سستے سودے کے لئے بڑی بڑی محنتیں برداشت کرتے ہیں اور بعض اوقات جانیں بھی ضائع کر دیتے ہیں۔ مگر کئی ہیں جو بیعت جیسے فائدہ مند سودے کی پرواہ نہیں کرتے اور ان کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ یہ سودا ٹوٹ جاتا ہے۔ جو شخص بیعت کرتا ہے اور پھر بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اور اس سودے کے متعلقہ معاہدات کی پرواہ نہیں کرتا۔ گویا وہ اپنے سودے کو واپس کرتا ہے۔

بیعت میں انسان کھوتا کیا ہے کچھ بھی نہیں۔ جان اس کی اس کے پاس رہتی ہے۔ وہ اپنی روزی کماتا ہے اور بال بچوں پر خرچ کرتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی دکان سے برتن خریدے۔ اور دام دینے کے بعد وہ برتن دکان دار کے ہی سپرد کر دے کہ تم ہی اپنے پاس رکھو اور استعمال

کرو۔ اب اگر وہ کبھی ضرورت کے وقت اس سے مانگ لے اور وہ برتن دینے سے انکار کرے تو کیا وہ دکان دار داموں کا مستحق ہو سکتا ہے۔ ایک شخص نے جان بوجھ کر کسی کے ہاتھ ناقص کپڑا فروخت کیا۔ جب وہ لے کر چلا گیا تو اس کو خیال ہوا کہ اس تھان میں سوراخ تھا۔ اس کا دل ڈرا اور خریدنے والے کے پیچھے بھاگا اور کہا کہ میاں ذرا ٹھہرو جو کپڑا تم نے خرید کیا ہے اس میں سوراخ ہے۔ اس نے جواب دیا کوئی حرج نہیں۔ میرے روپے بھی سارے کے سارے کھوٹے ہیں۔ سو جو کوئی ناقص چیز فروخت کرتا ہے اس کو کھوٹے دام ملتے ہیں۔ اسی طرح بیعت کرنے والے کا حال ہے۔ اگر وہ جان مال سے گریز کرتا ہے تو وہ جنت کا حق دار نہیں ہو سکتا۔ وہ سچے داموں کا مستحق جبھی ہے کہ اپنے بیعت کے سودے کو کھرا بناوے۔ اگر کھوٹا سودا پیش کرتا ہے تو دام بھی کھوٹے ملیں گے جو دوزخ ہے۔

اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ بیعت کرنے کے بعد بیعت کرنے والے کا سب سے بڑا تعلق اس سے ہوگا جس سے اس نے بیعت کی ہے۔ جان، مال، بیوی، بچے اور دوسرے رشتے کوئی بھی اس میں حائل نہیں ہو سکتے۔ یہی ایک بات تھی جس نے صحابہؓ کو رضی اللہ کے الفاظ کا مستحق بنا دیا۔ انہوں نے بیعت کی اور اسے انجام تک نبھایا۔ ایک صحابی تھے وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر رہیں۔ میں حضورؐ کے آگے بھی لڑونگا اور پیچھے بھی، دائیں بھی لڑونگا اور بائیں بھی۔ گویا اس کا دل برداشت نہیں کرتا تھا کہ آپؐ کے کوئی کانٹا بھی چبھے۔ ایک اور صحابی کا ذکر ہے کہ وہ ایک جنگ میں ایک دشمن (جو پہلے کئی ایک صحابہ رضؓ کو شہید کر چکا تھا) کے مقابلہ پر نکلے اور پھر جلدی ہی واپس لوٹ آئے۔ ان سے پوچھا گیا کیا آپ موت سے ڈرتے ہیں۔ جواب دیا کہ نہیں موت سے نہیں ڈرتا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آج اتفاقاً میرے بدن پر دو زرہیں تھیں۔ مجھے خیال آیا کہ دو زرہوں کا پہننا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ گویا میں موت سے ڈرتا ہوں۔ اس لئے میں واپس لوٹ کر دونوں زرہیں اتارنے کے بعد پھر چلا ہوں۔ چنانچہ اسی حال میں وہ گئے۔ اور مقابل پر جو کافر تھا اسے قتل کر ڈالا۔ ایک اور صحابیؓ تھے۔ ایک جنگ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے اور دشمن کی طرف سے تیر پر تیر برس رہے تھے وہ صحابیؓ آپؐ کے سامنے اوٹ کر کے کھڑے ہو گئے۔ ان کے بہت سے تیر لگے مگر وہ بڑے استقلال کے ساتھ اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ تیر پر تیر کھاتے رہے اور سی تک نہ کی۔ جنگ کے خاتمہ پر ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو درد نہ ہوتا تھا۔ جواب دیا کہ درد تو ہوتا تھا مگر مجھے خیال یہ تھا کہ اگر میں سی کرونگا تو ممکن ہے کہ میرا بدن ہل جائے۔ اور اوٹ نہ رہے۔ یہ تو مردوں کے واقعات ہیں۔ عورتوں کے واقعات بھی عجیب حیرت انگیز ہیں۔ جنگ اُحد سے جب لوگ واپس آرہے تھے۔ ایک عورت آگے بڑھی اور لوگوں سے پوچھا کہ رسول کریم

صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ کسی نے جواب دیا کہ تیرا باپ مارا گیا۔ اس نے پھر پوچھا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ کسی نے کہا تیرا بھائی مارا گیا۔ اس نے پھر پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ کسی نے کہا کہ تیرا خاوند مارا گیا۔ اس عورت نے غصہ سے کہا کہ میں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حال پوچھتی ہوں تم کچھ اور ہی باتیں کر رہے ہو۔ اسی شخص نے کہا کہ الحمد للہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں۔ عورت نے زور سے الحمد للہ کہا اور بولی میں تو آپ ہی کی خیریت چاہتی تھی۔ مجھے اس کا غم نہیں کہ میرے عزیز رشتہ دار مارے گئے۔

جب تک اس طرح کا اخلاص نہ ہو جنت نہیں ملتی۔ ایسے اخلاص والوں کے لئے اس دنیا میں بھی جنت ہے اور آخرت میں بھی۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ذکر ہے کہ ایک دفعہ ایک مجلس میں بیٹھے تھے جیب سے رومال نکالا اور تھوک صاف کرنے کے بعد بولے۔ بخ۔ بخ ابوھریرہ۔ کسی نے پوچھا کیا بات ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک وقت تھا کہ جسم ڈھانپنے کے لئے پورا کپڑا بھی میرے پاس نہ ہوتا تھا۔ آج میں اس رومال میں تھوک رہا ہوں۔ جو ایران کے بادشاہ کے سامنے دربار کے موقع پر رکھا جاتا تھا۔ اکثر وقت فاقہ سے گزرا کرتے تھے۔ بعض اوقات بھوک کی شدت کی وجہ سے میں بے ہوش ہو جاتا اور لوگ مرگی کا دورہ سمجھتے۔ ایک دفعہ میں بھوک کی وجہ سے بہت بے تاب تھا مگر کسی سے سوال نہ کرتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ گزرے تو میں نے ایک آیت پوچھی۔ جس سے میرا مطلب یہ تھا کہ وہ مطلب تبلاتے اپنے گھر تک لے جائیں اور کھانا کھلائیں مگر وہ نہ سمجھے۔ اتنے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور میری بھوک کی حالت کو معلوم کر لیا۔ آپؐ کے پاس ایک پیالہ دودھ کا آیا۔ میں نے خیال کیا آپ مجھے دے دیں گے۔ مگر آپؐ نے حکم دیا کہ پہلے دوسرے حاضرین کو پلاؤ۔ میں نے پیالہ ان کو دے دیا۔ سب نے پیا۔ مگر پیالہ ختم نہ ہوا۔ پھر میری باری آئی میں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ فرمایا اور پیو۔ میں نے اور پیا۔ ایسا شیریں اور لذیذ تھا کہ اس کی تراوت میرے ناخنوں تک پہنچ گئی۔

پس جب ان لوگوں نے اپنے جان و مال کو اس طرح سپرد کیا تبھی انعاموں کے وارث ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے متعلق ذکر ہے کہ ان کا لڑکا ایک جنگ کے بعد ان سے ملا۔ اس جنگ میں وہ کفار کی طرف سے لڑا تھا۔ اس نے کہا کہ ایک موقعہ ایسا تھا کہ میں آپ کو قتل کر سکتا تھا۔ مگر پدرانہ تعلق نے میرے ہاتھ کو روک دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ اگر تو میرے سامنے آجاتا تو میں تجھے ضرور قتل کر دیتا۔ الغرض جب تک رشتہ داری اور جان اور مال کو اس طرح دین کے بارہ میں قربان نہ کیا جاوے۔ تب تک اجر نہیں مل سکتے۔

یہ بیعت جو میرے ہاتھ پر اس وقت کی گئی ہے نہ میری بیعت نہیں بلکہ مسیح موعودؑ کی ہے۔ پھر مسیح موعود کی بھی نہیں بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے اور غور کیا جائے تو آنحضرتؐ کی بھی نہیں بلکہ خدا تعالےٰ کی ہے۔ یہی بیعت قیامت تک چلے گی۔ سو اس کو اسی رنگ میں نبھاؤ جس طرح صحابہؓ نے نبھایا تھا انہوں نے قربانیاں کیں تبھی انعام پائے۔ انہوں نے دنیوی آرام کے مقابلہ پر ہمیشگی کی زندگی کو ترجیح دی۔ بہت سے لوگ ہوتے ہیں کہ مشکلات کے وقت بیعت کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ دراصل ایسے ہی موقعے ہوتے ہیں جن پر ایمان کی پرکھ ہوتی ہے۔ سو ایسے وقتوں میں ڈرنا چاہیئے۔ بیعت کے وقت ان کی جان اپنی نہیں رہتی۔ یہ خدا کا برتن ہے چاہے تو توڑے چاہے رکھے۔ پس دلیری اور جرأت سے کام لے کر مشکلات کا مقابلہ کرنا چاہیئے اور خدمتِ دین میں کمربستہ رہنا چاہیئے۔ انسان کو چاہیئے کہ بیعت کے مفہوم کو اس طرح سمجھے کہ اس جان کے بدلے میں دنیا کا کچھ نہ مانگے۔ اس کی جان، مال اور اولاد سب خدا کے ہیں۔ اس کے حکموں کے ماتحت ان کو صرف کرے۔ اور دین کے تمام حکموں پر عمل کرے۔ جب تک کُل احکام کو مان کر اشاعتِ دین نہ کرے۔ ایمان کامل نہیں ہوتا۔ اور بیعت کا حق ادا نہیں ہوتا۔"

(الفضل ۸ ستمبر ۱۹۲۱ء)

رحمت کے آثار ظاہر ہونے کی راہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

" اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف آنے کی راہ ضرور رکھی ہے لیکن اس کے دروازے تنگ بنائے ہیں۔ پہنچتا وہی ہے جو تلخیوں کا شربت پی لیوے۔ لوگ دنیا کی فکر میں درد برداشت کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض اسی میں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے لئے ایک کانٹے کی درد بھی برداشت کرنا پسند نہیں کرتے۔ جب تک اس کی طرف سے صدق اور صبر اور وفاداری کے آثار ظاہر نہ ہوں تو اُدھر سے رحمت کے آثار کیسے ظاہر ہوں۔"

(ملفوظات جلد ہفتم ص۲۹۱)

ہمارا فرض ہے کہ ہم صحیح معنوں میں انصار اللہ بنیں اور سچ مچ یہ کہہ سکیں کہ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ

— محترم مولانا ابوالعطاء صاحب قائمقام نائب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ —

محترم مولانا ابوالعطاء صاحب قائمقام نائب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے اجتماع انصار اللہ کوئٹہ منعقدہ ۲۹-۳۰ ظہور ۱۳۴۹ہش مطابق ۲۹-۳۰ اگست ۱۹۷۰ء کے موقعہ پر جو ایمان افروز پیغام ارسال فرمایا وہ افادہ احباب کی غرض سے ذیل میں شائع کیا جا رہا ہے (ادارہ)

پیارے انصار بھائیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم چوہدری شبیر احمد صاحب قائد مرکزیہ آپ کے سالانہ اجتماع میں ہم سب کی طرف سے بطور نمائندہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس سفر کو بابرکت کرے اور ان کی آپ کے اجتماع میں شمولیت نہایت مفید ثابت ہو آمین۔ ان کی خواہش پر مَیں یہ سطور آپ بھائیوں کے لئے بطور پیغام لکھ رہا ہوں۔

بھائیو! آپ سب بخوبی جانتے ہیں کہ اس وقت اسلام کی اشاعت کے لئے جس عظیم مجاہدہ کی بنیاد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ رکھی گئی ہے اس کے لئے بھی بڑی ہی قربانیوں، دلسوزیوں اور جاں فشانیوں کی ضرورت ہے۔ احمدیت کے پھیلنے کے سامان پیدا ہو رہے ہیں۔ اور آفاق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے نشانات نمایاں ہیں جن سے مومنوں کے دلوں میں تقویت پیدا ہو رہی ہے۔ اس عظیم مجاہدہ میں حصہ لینے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو عطا فرمائی ہے۔ اس نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شناخت کرنے اور آپ پر ایمان لانے کی توفیق بخشی۔ پھر ہم پر اس کا یہ فضل ہوا کہ ہم اس عمر کو پہنچے جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تنظیم انصار اللہ میں داخلہ کے لئے مقرر فرمائی یعنی چالیس سال کی عمر۔ اب اس کے

بعد ہم ایک خاص نہج پر مسلسل جہاد کے میدان میں ہیں۔ اللہ کے اس عظیم فضل کا شکر ہم پر واجب ہے۔ اور اس کا طریق یہی ہے کہ ہم صحیح معنوں میں انصار اللہ بنیں اور ہم سچ مچ یہ کہہ سکیں کہ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ یہ بات مشکل نہیں۔ انبیاء کی جماعتیں اس عہد کو نبھاتی آئی ہیں۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے حواریوں نے نحن انصار اللہ ہونے کا اعلان کیا اور اس اعلان پر پوری طرح عمل کر کے دکھایا۔ قرآن مجید نے حواریوں کی یہی شان بیان کی ہے۔

پیارے بھائیو! میں اس موقعہ پر آپ سے تین درخواستیں کرتا ہوں۔ اوّل یہ کہ ہم سب اپنے اہل وعیال میں تقوے کی زندگی بسر کرنے کی روح کو تازہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا۔ خود بھی آگ سے بچو اور اپنے اہل وعیال کو بھی بچاؤ۔ ہم میں سے ہر انصار بھائی ہر وقت اس امر کا جائزہ لیتا رہے کہ اس کے بچوں اور بچیوں کی صحیح تربیت ہو رہی ہے، وہ دینی زندگی گزار رہے ہیں۔ اپنے اہل بیت کی نگرانی بھی مومن کا اہم فریضہ ہے۔

دوم میری دوسری درخواست یہ ہے کہ باہم اخوت و محبت کے ساتھ رہو۔ ہر قسم کی ناراضگی کو جانے دو۔ خدا کے لئے اپنے قصور وار بھائیوں کو معاف کرو۔ یہ عفو و درگذر کا طریق اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اس سے جماعتوں میں اتحاد و یکجہتی پیدا ہوتی ہے اور جماعت کی ترقی کے راستے کھلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ کہ مجھے ان بندوں سے محبت ہے جو میری راہ میں متحد و متفق ہو کر جہاد کرتے ہیں۔ ایسے متحد گویا وہ ایسی عمارت ہیں جس میں کوئی رخنہ نہیں ہے۔

سوم تیسری درخواست آپ سب سے یہ ہے کہ مذہبی جماعتوں کی روحانی و علمی زندگی کا دارومدار تواصی بالحق پر ہوتا ہے۔ یعنی پیغام حق پہنچانے پر۔ آج بڑی ضرورت ہے کہ ہم اپنے رشتہ داروں اور دور و نزدیک کے پڑوسیوں کو آسمانی دعوت سے روشناس کرائیں۔ ان تک اللہ تعالیٰ کی دعوت کو پہنچائیں تا وہ بھی اسلام کے حقیقی سپاہی بن کر اشاعت اسلام کے اس مجاہدہ میں اپنا حصہ ادا کریں۔ جو اس وقت جماعت احمدیہ کے ذریعہ اکناف عالم میں جاری ہے۔

بھائیو! میں اس پیغام کے ذریعہ عالم تصور میں اپنے آپ کو آپ کے ساتھ ہی محسوس کرتا ہوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اجتماع کو حقیقی معنوں میں کامیاب کرے۔ آمین۔ اپنی اجتماعی دعاؤں میں غلبہ اسلام اور امام ہمام ایدہ اللہ بنصرہ کی کامیابی کے ساتھ انصار اللہ کی تنظیم کے لئے بھی دعا فرمائیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس مرکزیہ ابھی علیل ہیں ان کی کامل صحت کے لئے بھی دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ آمین

آپ کا ادنیٰ خادم اور مخلص — ابوالعطاء جالندھری ربوہ

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ

مکرم آفتاب احمد صاحب بسمل کراچی

لِلّٰہِ الحمد کہ اللہ کے انصار ہیں ہم — اس کی خوشنودی کے ہر لمحہ طلبگار ہیں ہم
گرچہ اک ذرۂ ناچیز ہیں دنیا کے لئے — چشمِ مولیٰ میں مگر کوہِ گراں بار ہیں ہم
سر بکف رہتے ہیں اسلام کی خاطر ہر دم — جان دینے کے لئے ہر گھڑی تیار ہیں ہم
بات جو کہتے ہیں وہ کر کے دکھا دیتے ہیں — اہلِ گفتار نہیں صاحبِ کردار ہیں ہم
ہم سے وابستہ ہے دنیا کی فلاح و بہبود — اہلِ عالم کے لئے ابرِ گہر بار ہیں ہم
ہم ہیں مامور پئے کسرِ صلیب و تثلیث — کفر و الحاد سے بھی برسرِ پیکار ہیں ہم
ہم ہیں اس عہد میں احیاءِ حقیقی کے نقیب — عصرِ حاضر میں نئی دنیا کے معمار ہیں ہم
ہم ہی اسلام کی تائید میں ہیں سینہ سپر — کفر کے سامنے کھینچی ہوئی تلوار ہیں ہم
آج مذہب سے ہے بیگانہ و غافل دنیا — خدمتِ دیں کے لئے چوکس و بیدار ہیں ہم
ساری دنیا کی ہدایت ہے ہمارے ذِمّے — نوعِ انسان کے ہمدرد ہیں غمخوار ہیں ہم

موردِ احسنِ تقویم ہیں از فضلِ خدا
خالقِ ارض و سموات کے شاہکار ہیں ہم

قرآنی آئینہ میں ایک جائزہ !

مکرم چوہدری خالد سیف اللہ خان صاحب بی۔ایس سی (انجینئرنگ) لاہور

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے احباب جماعت کو سورۂ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات زبانی یاد کرنے ان کا ترجمہ اور تفسیر سیکھنے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں ہمیشہ ذہن میں مستحضر رکھنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"میرے دل میں یہ خواہش شدت سے پیدا کی گئی ہے کہ قرآن کریم کی سورہ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیتیں جن کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے ہر احمدی کو یاد ہونی چاہئیں۔ اور ان کے معانی بھی آنے چاہئیں اور جس حد تک ممکن ہو ان کی تفسیر بھی آنی چاہیئے۔ اور پھر ہمیشہ دماغ میں وہ مستحضر بھی رہنی چاہئیں۔" (الفضل یکم اکتوبر ۱۹۶۹ء)

دماغ میں مستحضر رکھنے کے لئے ان آیات کے مطالب و معانی کو بار بار سامنے لانا ضروری ہے۔ اور یہی زیر نظر مضمون کا مقصد ہے۔ اِن آیات میں پہلے حقیقی متقیوں کی علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ پھر سخت دل اور اعلانیہ منکرین کا ذکر ہے اور آخر میں منافقین کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ آئیے ہم میں سے ہر ایک ان قرآنی آیات کے صاف اور روشن آئینہ میں اپنا اپنا چہرہ دیکھے۔ اور خدا تعالیٰ کے فرمودات کی روشنی میں اپنے نفس کا جائزہ لے۔

علامات المتقین

ہم جو متقیوں کی جماعت سے وابستگی کا دم بھرتے ہیں آئیے ہم جائزہ لیں کہ ہم میں کس قدر اہلِ تقویٰ کی صفات پائی جاتی ہیں یعنی

۱۔ کیا ہم غیب پر یعنی ان امور پر جن کا علم ظاہری حواس سے تو نہیں ہو سکتا لیکن یوں ان پر قرائنِ قویہ موجود ہوتے ہیں۔ دل سے ایمان لاتے ہیں۔ کیا ہمیں اللہ تعالیٰ کی ہستی پر جو نہاں در نہاں، غیب در غیب اور ورا الورا ہے ایسا یقین حاصل ہے۔ جو ہر شک و شبہ سے بالا اور بدظنی سے پاک ہو۔ کیا ملائکہ پر جو خدا

کی بادشاہت میں وسائط کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہمیں ایسا ایمان حاصل ہے کہ ہم کہہ سکیں کہ ہم نے ان نالیوں کا بارہا مشاہدہ کیا ہے جن کے ذریعہ خدائی فیوض کا پانی ہم تک پہنچتا ہے۔ اور ان روحانی ہواؤں کو بارہا چلتے محسوس کیا ہے جو خدائی رحمت کے بادلوں کو ہماری مردہ زمین کی طرف پہنچانے کا باعث بنتی ہیں۔ آیئے غور کریں کہ ملائکہ جو نیک تحریکات ہم کو کرتے ہیں۔ ہم ان پر کس حد تک لبیک کہتے ہیں۔

۲۔ کیا ہم نماز کو قائم کرنے والے ہیں یعنی نماز کو اس کی تمام شرائط کے ساتھ خود بھی ادا کرتے ہیں اور دوسروں کی نماز بھی اگر کہیں ان شرائط سے گری ہوئی پائیں تو اس کو اپنی دلی ہمدردی و دلسوزی سے معمور دعاؤں اور کوشش کے ساتھ دوبارہ کھڑا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مختصراً یہ کہ کیا ہم

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء ۱۰۴)

کے مطابق نماز کو وقت پر ادا کرتے ہیں۔ کیا عَلٰی صَلَاتِہِمْ دَائِمُوْنَ (معارج ۲۴) کے مطابق نماز دوام اختیار کرتے ہیں یعنی یہ تو نہیں کہ کوئی پڑھ لی اور کوئی چھوڑ دی۔ کیا ہمارا عمل ھُمْ عَلٰی صَلٰوتِہِمْ یُحَافِظُوْنَ (معارج ۳۵) کے مطابق اور نماز کی ہر حال اور کیفیت میں حفاظت کرتے ہیں۔ کیا ہماری نمازیں ریا کا کوئی شائبہ تو نہیں پایا جاتا۔ جیسا کہ منافقوں کے بارہ میں ارشاد خداوندی ہے کہ اَلَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُوْنَ۔ کیا نماز کی ادائیگی کے وقت ہماری طبیعت کسل مندی کا شکار تو نہیں ہوتی کہ یہ بھی منافقوں کی نشانی ہے کہ لَا یَاْتُوْنَ الصَّلٰوۃَ اِلَّا وَھُمْ کُسَالٰی (توبہ ۵۵) کیا ہم وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ کے ارشاد کی تعمیل میں نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں

کیا ہم تعدیل ارکان اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرنے کے عادی ہیں کہ یہ بھی مومنوں کی نشانی بتائی گئی ہے۔ اَلَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِہِمْ خَاشِعُوْنَ۔ (مومنون ۲۳) اگر ہماری نماز ان سب شرائط پر پوری اترتی ہے اور خدا تعالےٰ کے حضور قبولیت کا شرف حاصل کر چکی ہے تو اس کی قبولیت دنیا میں ہی اس طرح ظاہر ہو جاتی ہے کہ ایسے نمازی کو توفیق دی جاتی ہے کہ وہ سب برے اور ناپسندیدہ افعال سے اپنے تئیں بچا سکے۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (عنکبوت ۲۹)

آیئے جائزہ لیں کہ ہماری نماز کا درخت بار آور ہوا یا نہیں۔ اس کو کیسے پھل لگے ہیں شیریں اور لذیذ یا بے کیف و ترش۔ ہو سکتا ہے ثمر ابھی ناتمام ہو اور اس کے پختہ ہونے کے لئے مزید مجاہدہ، صبر اور دعا درکار ہو۔

۳۔ کیا ہمارے وجود مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ کی عملی تفسیر دنیا کے سامنے اس رنگ میں پیش

کرتے ہیں کہ جو کچھ بھی خدا نے ہمیں اپنے فضل سے عطا کیا ہے اسے خدا کے قدموں پر لا ڈالتے ہیں۔ کیا ہمارا دل فی الحقیقت یہ تسلیم کرتا ہے کہ ہر نعمت خدا ہی کی عطا کردہ ہے نہ کہ اپنے علم وعمل کے زور سے حاصل کی ہوئی۔ کیا خدا کی راہ میں اپنی جان، مال وقت اور عزت قربان کرنے کے لئے ہم سچ مچ ہر وقت تیار رہتے ہیں اور پھر بھی زبانِ حال سے یہی کہتے ہیں کہ ؏

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی — حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

۴۔ کیا ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ سے اپنے پیارے بندوں سے ہمکلام ہوتا آیا ہے اور مختلف قوموں اور زمانوں میں خدا تعالیٰ سے وحی پانے والے انبیاء مبعوث ہوتے رہے اور ایسا ہی ان سب کے آخر میں اور سب سے بڑھ کر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا جو قرآن کریم کی شکل میں ہم تک پہنچا۔ قرآن کریم پر ایمان لانا دراصل مقتضی ہے اس بات کا کہ اس کو خود پڑھا جائے۔ دوسرں کو پڑھایا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ نری زبان سے قرآن مجید کو خدا تعالیٰ کا کلام قرار دے لینا کافی نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یاد رکھو نری زبان سے کوئی برکت نہیں جب تک دل اس کے ساتھ نہ ہو اور اس کے موافق اعمال نہ ہوں وہ نری باتیں سمجھی جائیں گی جن میں کوئی خوبی اور برکت نہیں۔ کیونکہ وہ نرا قول ہے خواہ قرآن شریف اور استغفار ہی کیوں نہ پڑھتا ہو۔" (البدر ۱۴ر مارچ ۱۹۰۶ء)

چنانچہ آیئے اپنا جائزہ لیں کہ کیا ہم قرآن کریم ناظرہ جانتے ہیں۔ ترجمہ سیکھ رہے ہیں یا تفسیر پڑھ رہے ہیں۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم اپنے اپنے حلقہ اثر میں قرآنی انوار کو پھیلانے میں کوشاں ہیں۔ قرآن مجید کی وہ الہامی تفسیر جو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے اور آپ کی تصنیفات میں بھری پڑی ہے کہیں ہم ان خزائن سے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جھولیاں بھرنے کی طرف سے غفلت تو نہیں برت رہے۔ اگر ایسا نہیں تو قرآن کریم پر ایمان لانے کا دعوےٰ ابھی عملی تصدیق کا محتاج ہے تو آیئے آگے بڑھیئے اور قرآن کریم پر ایمان رکھنے اور اس سے محبت کرنے کے دعوے کا عملی ثبوت پیش کیجئے۔

۵۔ کیا ہم بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ کے مصداق ہیں۔ حیاتِ اخروی اور خدا کے حضور پیش ہوکر اپنے اعمال کی جوابدہی پر ایسا ہی یقین رکھتے ہیں جیسا کہ اِس دنیوی زندگی پر بلکہ اس سے بڑھ کر۔ گناہ سے بچنے کے لئے موت کو یاد رکھنا اور اعمال کی جزا سزا پر کامل یقین رکھنا نہایت عمدہ نسخہ ہے۔ کیا اس نسخہ کے استعمال سے ہم غافل تو نہیں۔

خدا کرے کہ ہم بھی ان صفات کے حامل ہوں۔ جن کا خدا تعالیٰ نے ان آیات میں ذکر فرمایا ہے

تا ہمیں بھی اس خوش قسمت گروہ میں شمولیت کا شرف حاصل ہو جو کامیابی کی راہوں پر قدم مارتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتے گئے منزلِ مقصود پر پہنچے اور مُفلِحُون کہلائے یعنی وہ جنہوں نے اپنے دل کی زمین کو بڑی جدوجہد سے قابلِ کاشت بنایا۔ کھیتی کے لحاظ سے ہر مضر اور غیر ضروری چیز کو اکھاڑ کر باہر پھینک دیا۔ اس میں ایمان اور تقوٰے کا بیج بویا۔ صبر و صلوٰۃ کے ساتھ عمل صالح کے پانی سے آبیاری کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی کھیتی پروان چڑھ گئی اور ہر دانہ جو خدا پر توکل کرتے ہوئے زمین کی تاریکیوں میں دبا دیا گیا تھا وہ اپنے وجود کو کھو کر ایک نئی زندگی پا کر سات سو بلکہ اس سے بھی زیادہ دانوں کی شکل میں نمودار ہوا۔ آمین (فَلَحَ زمین میں ہل چلانے اور فَلَّاحٌ کسان کو کہتے ہیں)

اعلانیہ مخالفت اور انکار کرنے والوں کا گروہ

متقیوں کی علامتیں بیان کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ ایک دوسرے گروہ کا ذکر فرماتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کریم سے ہدایت حاصل نہیں کرتے۔ خدا تعالےٰ کا کلام ان پر اثر نہیں کرتا۔ وجہ یہ کہ خدا تعالےٰ کے خوف سے ان کے دل خالی ہیں اور اس قدر زنگ آلود ہو چکے ہیں کہ ان کا ڈرانا یا نہ ڈرانا یکساں ہو چکا ہے۔ انہوں نے آیاتِ خداوندی پر غور و فکر سے کام نہیں لیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت سلب کر لی گئی ہے اور ان کے اعمال کے نتیجہ میں ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی ہے۔ انہوں نے اپنے کانوں کو خدا تعالےٰ کی باتیں سننے سے محروم رکھا تو ان کی قوتِ سماعت چھین لی گئی۔ انہوں نے خدائی نشانات کو جو بارش کی طرح ان کے ارد گرد نازل ہوئے دیکھنے کی بجائے آنکھیں بند کر لیں تو وہ آنکھوں کی بصیرت سے محروم کر دیئے گئے۔ چنانچہ اب یہ لوگ عذابِ عظیم کے مستوجب قرار دیئے جا چکے ہیں۔

خدا نہ کرے کہ اعلانیہ منکروں کے دلوں کی گندی حالت جو اوپر بیان کی گئی ہے اس کا ایک چھینٹا بھی اڑ کر ہمارے دامن کو آلودہ کرے۔ ایسا ہو کہ خدا تعالےٰ کے کلام پر غور و فکر کرنے کے لئے ہمارے قلوب ہر وقت تیار رہیں۔ خدائی باتوں کو سننے کے لئے ہمارے کان ہر وقت مستعد رہیں اور خدائی نشانات کو دیکھنے کے لئے ہم ہر وقت چشم براہ رہیں۔ آمین

منافقین کا گروہ

متقیوں اور کفار کا ذکر کرتے کے بعد اللہ تعالےٰ منافقین کا ذکر فرماتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو زبان سے تو ایمان کے دعوے کرتے ہیں لیکن ان کے دل متاعِ ایمان سے محروم ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں متعدد

مقامات پر منافقین کی علامات بیان کی گئی ہیں۔ اور مومنوں کو ان کی شرارتوں سے بچنے کی تلقین فرمائی گئی ہے چند ایک علامات کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ منافق دھوکہ باز اور احمق ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو بڑا ہوشیار سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ مَیں بڑا عقلمند ہوں دونوں طرفوں کو گانٹھ رکھا ہے لیکن درحقیقت وہ بڑا کمزور ہوتا ہے۔ نہ اس میں قوتِ فیصلہ ہوتی ہے اور نہ تابِ مقابلہ۔ خدا اور اس کی جماعت کو تو دھوکہ نہیں دے سکتے پر اپنے آپ کو ضرور دھوکہ دیتے ہیں لیکن اس بات کو سمجھ نہیں سکتے۔

۲۔ منافق قلب روحانی کا مریض ہوتا ہے۔ لہٰذا ناقص زمین میں ایمان کا بیج بجائے بڑھنے کے ضائع ہو جاتا ہے۔

۳۔ منافق جھوٹ بولنے کا عادی ہوتا ہے جو کہ اُم الخبائث ہے۔

۴۔ منافق اصلاح کے پردہ میں فساد کرتا ہے۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کئی طریق پر فساد پھیلاتے تھے۔ کبھی مہاجرین اور انصار میں پھوٹ ڈلوانے کی کوشش کرتے۔ بالطبع معترض اور بڑبولے ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراضات کرنے سے نہ چوکتے۔ کبھی کہتے کیا حکومت میں ہمارا بھی کوئی دخل ہے کبھی کہتے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تو بس کان ہی کان ہیں۔ یعنی کانوں کے کچے ہیں (نعوذ باللہ)۔ کبھی مالی معاملات اور صدقات کے بارے میں اعتراض اٹھاتے۔ کبھی آپؐ کے فیصلہ جات پر ناک بھوں چڑھاتے اور اگر کبھی مسلمانوں پر ابتلا آتا تو اس کا ذمہ وار بھی آپؐ کو ہی گردانتے۔ کفار کو مسلمانوں کے خلاف اکساتے اور دوسری طرف مسلمانوں میں خوف و ہراس پھیلانے کی کوشش کرتے۔ اپنے آپ کو سب سے معزز خیال کرتے اور طرّہ یہ کہ ان سب فساد کے طریقوں کو اختیار کرنے کے ساتھ دعوےٰ اصلاح کا کرتے۔

۵۔ منافق مومنوں سے استہزاء سے پیش آتا ہے اور اگر موقعہ ملے تو ان کو مالی قربانیوں سے روکتا ہے۔

۶۔ منافق بے وفا، بزدل اور متردّد ہوتا ہے۔ مومنوں کی جماعت کے ساتھ کبھی چلتا اور کبھی رکتا ہے۔ قرآن مجید میں تمثیلاً بیان فرمایا گیا کہ جب مومنوں کی جماعت کو حق تسلیم کرنے پر ابتلا اور مشکلات پیش آتی ہیں تو منافق وہیں رک جاتا ہے اور جب کامیابی کی چمک نظر آتی ہے تو ساتھ چل پڑتا ہے۔

۷۔ منافق نمازوں میں سستی اور کسل مندی کا شکار ہوتا ہے۔ اس کی نمازیں ریا سے پاک نہیں ہوتیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ جھگڑتا ہے تو گالی گلوچ پر اتر آتا ہے۔ اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔ اور نمازوں بالخصوص فجر اور عشاء کی نماز میں سست ہوتا ہے۔

آیئے اپنے نفسوں کا جائزہ لیں کہ ہمارے دلوں کا کوئی مخفی گوشہ ایسا تو نہیں کہ جس کے متعلق یہ شبہ بھی گزر سکتا ہو کہ وہ منافقین کے دلوں سے شباہت رکھتا ہے اور ان کا ہم رنگ ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری کمزوریوں کو دور فرما کر اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

رضائے الٰہی کی تلاش اور اس میں کامیابی کا طریق

— مرتبہ مکرم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب ایم۔ایس سی قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ —

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ بھولی بسری مخلوق کو ان کے خالقِ حقیقی تک پہنچنے کا راستہ بتائیں اور ان طریقوں کی طرف ان کی راہ نمائی کریں۔ جن پر چل کر وہ اپنے پیدا کرنیوالے کی رضا اور خوشنودی کو حاصل کر سکتے ہیں۔ یہی کام اس زمانہ کے مامور و مرسل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا حضور نے اپنی تقاریر اور تصانیف میں اس مضمون کو بار بار بیان فرمایا ہے۔ رضائے الٰہی کے ارفع مقام اس کی کیفیات اور اس کے حصول کے ذرائع سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض بیش قیمت تحریرات اور ارشادات ذیل میں ہدیۂ قارئین ہیں۔

رضا کا اعلیٰ مقام

" یہ بات خوب یاد رکھنی چاہیئے کہ ہر شخص خدا تعالےٰ سے لڑائی رکھتا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کے حضور دعائیں کرتا ہے اور بہت سی امانی اور امیدیں رکھتا ہے۔ لیکن اس کی وہ دعائیں نہیں سنی جاتیں یا خلاف امید کوئی بات ظاہر ہوتی ہے تو دل کے اندر اللہ تعالےٰ سے ایک لڑائی شروع کر دیتا ہے۔ خدا تعالےٰ پر بدظنی اور اس سے ناراضگی کا اظہار کرتا ہے لیکن صالحین اور عباد الرحمٰن کی کبھی اللہ تعالےٰ سے جنگ نہیں ہوتی کیونکہ رضا بالقضا کے مقام پر ہوتے ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ حقیقی ایمان اس وقت تک پیدا ہو ہی نہیں سکتا جب تک انسان اس درجہ کو حاصل نہ کرلے کہ خدا تعالیٰ کی مرضی اس کی مرضی ہو جائے، دل میں کوئی کدورت اور تنگی محسوس نہ ہو بلکہ انشراح صدر کے ساتھ اس کی ہر تقدیر اور قضا کو ماننے کے لئے تیار ہو۔ آیت یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ میں راضیۃ مرضیۃ کا لفظ اسی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ یہ رضا کا اعلیٰ مقام ہے جہاں کوئی ابتلا باقی نہیں رہتا۔ دوسرے جس قدر مقامات ہیں وہاں ابتلا کا اندیشہ رہتا ہے۔ لیکن جب اللہ تعالےٰ سے بالکل راضی ہو جاوے اور کوئی شکوہ شکایت نہ رہے اس وقت محبت ذاتی

بیدار ہو جاتی ہے۔۔۔ اور جب ذاتی محبت ہو جاتی ہے تو انسان شیطان کے حملوں سے امن میں آجاتا ہے۔ اس ذاتی محبت کو دعا سے حاصل کرنا چاہیئے۔۔۔ جب انسان بدی سے پرہیز کرتا ہے اور نیکیوں کے لئے اس کا دل تڑپتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی دستگیری کرتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دارالامان میں پہنچا دیتا ہے اور فادخلی فی عبادی کی آواز اسے آجاتی ہے یعنی تیری جنگ اب ختم ہو چکی ہے۔ اور میرے ساتھ تیری صلح اور آشتی ہو چکی ہے۔ اب آ میرے بندوں میں داخل ہو جو صراط الذین انعمت علیھم کے مصداق ہیں اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔"

(ملفوظات جلد ششم صفحہ ۲۵)

مومن کی سب سے بڑی خوشی

"جس کا دل مردہ ہو وہ خوشی کا مدار صرف دنیا کو رکھتا ہے مگر مومن کو خدا تعالیٰ سے بڑھ کر اور کوئی شے پیاری نہیں ہوتی۔ جس نے یہ نہیں پہچانا کہ ایمان کیا ہے اور خدا کیا ہے وہ دنیا سے کبھی آگے نکلتے ہی نہیں ہیں جب تک دنیا ان کے ساتھ ہے تب تک تو سب سے خوش بولتے ہیں، بیوی سے بھی خندہ پیشانی سے پیش آتے ہیں مگر جس دن دنیا گئی تو سب سے ناراض ہیں۔ منہ سوجا ہوا ہے، ہر ایک سے لڑائی ہے، گلہ ہے، شکوہ ہے حتیٰ کہ خدا تعالیٰ سے بھی ناراض ہیں تو پھر خدا تعالیٰ ان سے کیسے راضی رہے۔ وہ بھی پھر ناراض ہو جاتا ہے۔

مگر بڑی بشارت مومن کو ہے یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیہ۔ اے نفس خدا تعالیٰ کی طرف سے آرام یافتہ ہے تو اپنے رب کی طرف راضی خوشی واپس آ۔ اس خوشی میں ایک کافر ہرگز شریک نہیں ہے راضیۃ کے معنی ہیں کہ وہ اپنی مرادات کوئی نہیں رکھتا کیونکہ اگر وہ دنیا سے خلاف مرادات جاوے تو پھر راضی تو نہ گیا۔ اسی لئے اس کی تمام مراد خدا ہی ہوتا ہے اس کے مصداق صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں کہ آپ کو یہ بشارت ملی اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ بلکہ مومن کی خلاف مرضی اس کی نزع (جان کنی) بھی نہیں ہوا کرتی۔۔۔ دنیا میں بڑے بڑے مالداروں کی موت سخت نامرادی سے ہوتی ہے۔ دنیادار کی موت کے وقت ایک خواہش پیدا ہوتی ہے اور اسی وقت اسے نزع ہوتی ہے۔ یہ اس لئے ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ اس وقت بھی اسے عذاب دیوے اور اس کی حسرت کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں تاکہ انبیاء کی موت جو کہ راضیۃ مرضیۃ کی مصداق ہوتی ہے اس میں اور دنیادار کی موت میں ایک بیّن فرق ہو۔ دنیادار

کتنی ہی کوشش کرے مگر اس کی موت کے وقت حسرت کے اسباب ضرور پیش ہو جاتے ہیں۔ غرضکہ راضیۃ مرضیۃ کی موت مقبولین کی دولت ہے۔ اس وقت ہر ایک قسم کی حسرت دور ہو کر ان کی جان نکلتی ہے۔"

(ملفوظات جلد ششم صلا۲۴)

ابدی بہشت اور ابدی سرور

آیت یا یتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی کی تشریح کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:-

"اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ سچا رجوع اس وقت ہوتا ہے جبکہ خدا تعالیٰ کی رضا سے رضائے انسانی مل جاوے۔ یہ وہ حالت ہے جہاں انسان اولیاء اور ابدال اور مقربین کا درجہ پاتا ہے یہی وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ سے مکالمہ کا شرف ملتا ہے اور وحی کی جاتی ہے اور چونکہ وہ ہر قسم کی تاریکی اور شیطانی شرارت سے محفوظ ہوتا ہے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رضا میں زندہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ایک ابدی بہشت اور سرور میں ہوتا ہے۔ انسانی ہستی کا مقصد اعلیٰ اور غرض اسی مقام کا حاصل کرنا ہے اور یہی وہ مقصد ہے جو اسلام کے لفظ میں اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔

مگر سچ یہ ہے کہ یہ مقام انسان کی اپنی قوت سے نہیں مل سکتا۔ ہاں اس میں کلام نہیں کہ انسان کا فرض ہے کہ مجاہدات کرے لیکن اس مقام کے حصول کا اصل اور سچا ذریعہ دعا ہے۔ انسان کمزور ہے۔ جب تک دعا سے قوت اور تائید نہیں پاتا اس دشوار گزار منزل کو طے نہیں کر سکتا .... جو شخص کثرت سے دعاؤں میں لگا رہتا ہے وہ آخر اس فیض کو کھینچ لیتا ہے اور خدا تعالیٰ سے تائید یافتہ ہو کر اپنے مقاصد کو پالیتا ہے۔"

(ملفوظات جلد ہفتم صلا۱۹۲)

رضائے الٰہی کے حصول کا ایک ذریعہ - دُعا

"جو مانگتا ہے اس کو ضرور دیا جاتا ہے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ دعا جیسی کوئی چیز نہیں۔ دنیا میں دیکھو کہ بعض خرگدا ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ہر روز شور ڈالتے رہتے ہیں۔ ان کو آخر کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو قادر اور کریم ہے۔ جب یہ اڑ کر دعا کرتا ہے تو پالیتا ہے۔ کیا خدا انسان جیسا بھی نہیں۔

یہ قاعدہ یاد رکھو کہ جب دعا سے باز نہیں آتا اور اس میں لگا رہتا ہے تو آخر دعا قبول ہو جاتی

ہے۔مگر یہ بھی یاد رہے کہ باقی ہر قسم کی دعائیں طفیلی ہیں۔ اصل دعائیں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے واسطے کرنی چاہئیں باقی دعائیں خود بخود قبول ہو جائیں گی۔ کیونکہ گناہ کے دُور ہونے سے برکات آتی ہیں۔ یوں دعا قبول نہیں ہوتی جو نری دنیا کے واسطے ہو۔ انسان کی ضرورتوں اور خواہشوں کی تو کوئی حد نہیں۔ اور بعض لوگ انہی کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور ان کو خدا کو راضی کرنے اور گناہ سے بچنے کی دعا کا موقعہ ہی نہیں پیش آتا۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ دنیا کے لئے جو دعا کی جاتی ہے وہ جہنم ہے۔ دعا صرف خدا کو راضی کرنے اور گناہ سے بچنے کی ہونی چاہیئے۔ باقی جتنی دعائیں ہیں وہ خود اُس کے اندر آجاتی ہیں۔ اس لئے پہلے خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کے واسطے دعائیں کرے اور وہ سب سے بڑھ کر دعا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ہے جب یہ دعا کرتا رہے گا تو منعم علیہم کی جماعت میں داخل ہو گا۔ جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی محبت کے دریا میں غرق کر دیا ہے۔ ان لوگوں کے زمرہ میں جو منقطعین ہیں داخل ہو کر یہ وہ انعامات حاصل کرے گا جیسے عادت اللہ ہمیشہ سے جاری ہے۔ اور کبھی کسی نے نہیں سنا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایک راستباز متقی کو رزق کی مار دے۔ بلکہ وہ تو سات پشت تک بھی رحم کرتا ہے۔۔۔"

(ملفوظات جلد ششم ص۳۸۵، ص۳۸۶)

سب سے عمدہ دُعا

"سو نمازوں میں قرآن اور ماثورہ دعاؤں کے بعد اپنی ضرورتوں کو بہ رنگ دعا اپنی زبان میں خدا تعالیٰ کے آگے پیش کرو تاکہ آہستہ آہستہ تم کو حلاوت پیدا ہو جائے۔ سب سے عمدہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی اور گناہوں سے نجات حاصل ہو۔ کیونکہ گناہوں سے ہی دل سخت ہو جاتا اور انسان دنیا کا کیڑا بن جاتا ہے۔ ہماری دعا یہ ہونی چاہیئے کہ خدا تعالیٰ ہم سے گناہوں کو جو دل کو سخت کر دیتے ہیں دُور کر دے اور اپنی رضامندی کی راہ دکھلا دے۔"　　(ملفوظات جلد ہفتم ص۲۹)

وہ اوصاف جن سے متصف ہونے پر رضائے الٰہی موقوف ہے،

(۱) " صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی راہ میں وہ صدق دکھلایا کہ انہیں رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی آواز آگئی۔ یہ اعلیٰ درجہ کا مقام ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو حاصل ہوا۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ اس مقام کی خوبیاں اور کمالات الفاظ میں ادا

نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جانا ہر شخص کا کام نہیں۔ بلکہ یہ توکّل۔ تبتّل اور رضا و تسلیم کا اعلیٰ مقام ہے۔ جہاں پہنچ کر انسان کو کسی قسم کا شکوہ شکایت اپنے مولیٰ سے نہیں رہتا اور اللہ تعالیٰ کا اپنے بندہ سے راضی ہونا یہ موقوف ہے بندے کے کمال صدق و وفاداری اور اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی اور طہارت اور کمال اطاعت پر جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ نے معرفت اور سلوک کے تمام مدارج طے کر لئے تھے۔ اس کا نمونہ حواریوں میں تلاش کریں تو ہرگز نہیں ملتا۔ پس نرے سلب امراض پر خوش ہو جانا یہ کوئی دانشمندی نہیں ہے۔ اور روحانی کمالات کا شیدائی ان باتوں پر خوش نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میں تمہارے لئے یہی پسند کرتا ہوں کہ تم اپنے دل کو پاک کرو کہ مولیٰ کریم تم سے راضی ہو جاوے اور تم اس سے راضی ہو جاؤ۔ پھر وہ تمہارے جسم میں، تمہاری باتوں میں ایسی برکت رکھ دے گا جو سلب امراض کرنے والے بھی انہیں دیکھ کر حیران اور شرمندہ ہوں گے۔" (ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۱۳۹-۱۴۰)

(ب) "انسان خدا کی پرستش کا دعوےٰ کرتا ہے۔ مگر کیا پرستش صرف بہت سے سجدوں اور رکوع و قیام سے ہو سکتی ہے یا بہت مرتبہ تسبیح کے دانے پھیرنے والے پرستارِ الٰہی کہلا سکتے ہیں بلکہ پرستش اس سے ہو سکتی ہے جس کو خدا کی محبت اس درجہ پر اپنی طرف کھینچے کہ اس کا اپنا وجود درمیان سے اٹھ جائے۔ اوّل خدا کی ہستی پر پورا یقین ہو اور پھر خدا کے حسن و احسان پر پوری اطلاع ہو اور پھر اس سے محبت کا تعلق ایسا ہو کہ سوزشِ محبت ہر وقت سینہ میں موجود ہو۔ اور یہ حالت ہر ایک دم چہرہ پر ظاہر ہو اور خدا کی عظمت دل میں ایسی ہو کہ تمام دنیا اس کی ہستی کے آگے مردہ متصور ہو۔ اور ہر ایک خوف اسی کی ذات سے وابستہ ہو اور اسی کے درد میں لذت ہو اور اسی کی خلوت میں راحت ہو۔ اگر ایسی حالت ہو جائے تو اس کا نام پرستش ہے۔ مگر یہ حالت بجز خدا تعالیٰ کی خاص مدد کے کیونکر پیدا ہو۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے یہ دعا سکھلائی۔ ایاك نعبد و ایاك نستعین۔ یعنی ہم تیری پرستش تو کرتے ہیں مگر کہاں حق پرستش ادا کر سکتے ہیں۔ جب تک تیری طرف سے خاص مدد نہ ہو۔ خدا کو اپنا محبوبِ حقیقی قرار دے کر اس کی پرستش کرنا یہی ولایت ہے جس سے آگے کوئی درجہ نہیں مگر یہ درجہ بغیر اس کی مدد کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے حاصل ہونے کی یہ نشانی ہے کہ خدا کی عظمت دل میں بیٹھ جائے۔ خدا کی محبت دل میں بیٹھ جائے اور دل اسی پر توکل کرے اور اسی کو پسند کرے اور ہر ایک چیز پر اسی کو اختیار کرے اور اپنی زندگی کا مقصد اسی کی یاد کو سمجھے۔ اور اگر ابراہیمؑ کی طرح اپنے ہاتھ سے اپنی عزیز اولاد کے ذبح کرنے کا حکم ہو یا اپنے تئیں آگ میں ڈالنے کے لئے اشارہ ہو۔ تو ایسے سخت احکام کو بھی محبت کے جوش سے بجا لاوے اور رضا جوئی اپنے آقائے کریم میں اس حد تک کوشش کرے کہ اس کی اطاعت میں کوئی کسر باقی نہ رہے۔ یہ بہت تنگ دروازہ ہے اور یہ شربت بہت ہی تلخ شربت ہے۔ تھوڑے لوگ ہیں جو اس دروازے میں سے داخل ہوتے ہیں اور اس شربت کو پیتے ہیں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۲)

مجلس انصار اللہ کراچی کی کارگزاری کا مختصر جائزہ

بابت ماہ صلح تا ظہور ۱۳۴۹ ہش

مکرم آفتاب احمد صاحب بسمل منتظم عمومی مجلس انصار اللہ کراچی

کراچی کی وسعت کے پیش نظر مجلس کے نظام کو سولہ حلقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر حلقے کی الگ تنظیم ہے اور قیادت عمومی کے پروگرام کے مطابق ان حلقوں کی عمومی نگرانی کی جاتی ہے۔ عرصہ زیر رپورٹ میں مجلس عاملہ انصار اللہ کے چودہ اجلاس ہوئے اور آٹھ اجلاس عام منعقد کیے گئے۔ مجلس عاملہ کے جلسوں میں تنظیمی معاملوں اور مختلف امور پر غور کیا گیا۔ اور وقتاً فوقتاً چندوں کی صورت حال کا جائزہ لیا گیا۔ اجلاس عام میں جن مختلف موضوعات پر تقاریر ہوئیں۔ ان میں اسلام کا اقتصادی نظام۔ انصار اللہ کی ذمہ داریاں۔ صداقت مسیح موعودؑ از روئے قرآن کریم اور اخلاق فاضلہ وغیرہ مضامین خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف حلقوں میں بھی اجلاس ہوئے۔ جن میں احباب کو نماز تہجد ادا کرنے کی طرف خاص طور سے توجہ دلائی گئی۔ سورۃ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات تقریباً تمام انصار نے یاد کیں اور اس بات کی کوشش کی کہ اپنے بچوں کو بھی یہ آیات نہ صرف یاد کرائیں بلکہ ان کا ترجمہ سیکھنے کی طرف بھی متوجہ کریں۔

شعبہ تجنید اس وقت مجلس کراچی کے اراکین کی تعداد ۲۸۲ ہے۔ عرصہ زیر رپورٹ میں تین نئے دوست باہر سے آئے اور دو دوست فوت ہو گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن سال گزشتہ اراکین کی تعداد ۲۷۰ تھی۔ ۲۸ انصار اس سال خدام میں سے آئے اور ۱۶ باہر چلے گئے۔ گویا اس وقت انصار کی تعداد ۲۸۲ ہے۔ حلقہ جات میں ۳۰ حزب قائم ہیں جن میں دس دس۔ پانچ پانچ چھ چھ انصار شامل ہیں۔

شعبہ تربیت عرصہ زیر رپورٹ میں حلقوں میں ۳۲ اجلاس ہوئے جن میں احباب کو نماز باجماعت میں زیادہ سے زیادہ پابندی کرنے کی تلقین کی جاتی رہی۔ نیز اجلاس عام میں بھی احباب کو اس طرف توجہ دلائی گئی۔ نماز باجماعت میں اوسط حاضری ۱۳۵ رہی۔ حلقہ جات میں نمازوں کے مرکز قائم ہیں۔ جہاں باقاعدہ حاضری

کا خیال رکھا جاتا ہے بہت احباب کو بیدار کرنے کے لئے نماز فجر کے لئے انصار کو جگانے کا بھی بعض حلقوں میں اہتمام کیا گیا۔ نماز کے مراکز میں قرآن کریم کی تعلیم کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا درس بھی دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ملفوظات کے درس کا بھی انتظام ہے۔ اس قسم کے کُل ۲۱ مراکز قائم ہیں۔ انصار اللہ میں اخلاق فاضلہ پیدا کرنے کے لئے حلقہ جات میں تربیتی اجلاس ہوئے جن میں بچوں کو دینی تعلیم اور ترجمہ نماز اور چھوٹی چھوٹی احادیث یاد کرائی جاتی رہیں۔ خلافت سے وابستگی کی خاص طور سے تلقین کی گئی۔

عرصہ زیر رپورٹ میں ۲۲ انصار نے وصیت کی خلیفۂ وقت کے ساتھ محبت و اخلاص میں خدا تعالےٰ کے فضل سے مجلس کراچی کے انصار نے ہمیشہ ہی اعلےٰ نمونہ پیش کیا ہے۔ احباب اکثر حضرت اقدس کی خدمت میں خطوط لکھتے رہتے ہیں۔ جملہ انصار نے اپنی شاندار روایات کے مطابق حضرت اقدس کی تحریک بابت نصرت جہاں ریزرو فنڈ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جماعت کراچی کے اس مد میں کُل وعدے تخمیناً ۳،۸۵،۰۰۰ روپے کے ہیں۔ اس میں خاصا بڑا حصہ انصار کا ہے۔ مجلس نے بحیثیت مجلس بھی ۲۰۰۰ روپے کا وعدہ کیا ہے۔ اور اب تک یعنی ۳۱ اگست تک ۱۲۳ انصار اللہ نے اس میں ۳۳،۸۹۷ روپے کی ادائیگی بھی کردی ہے۔ الحمد للہ

مرکز کی ہدایت پر یکم تا ۷ مارچ ہفتہ قرآن کریم کا اہتمام کیا گیا۔ چنانچہ اس سلسلے میں مختلف حلقوں میں جلسے ہوئے اور جلسوں میں مرکز کے مقرر کردہ عنوانات پر انصار احباب نے تقاریر کیں۔ عرصہ زیر رپورٹ میں اوسطاً ۲۳۵ انصار روزانہ باقاعدہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہے۔ انصار اللہ کی طرف سے خدا تعالےٰ کے فضل سے اپنے اہل وعیال کو بھی اس کی تلقین کی جاتی رہی ؛

شعبہ تعلیم: عرصہ زیر رپورٹ میں اوسطاً ۵۸ افراد کو قرآن کریم کا ترجمہ سکھانے کا انتظام کیا گیا جن میں انصار کی تعداد ۱۹۔ خدام ۳۹۔ اطفال ۲۲ اور ناصرات ۶ تھیں۔ اسی طرح ۹۸ افراد کو قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کا بندوبست کیا گیا۔ ان میں ۴ انصار ۱۲ خدام ۴۲ اطفال اور ۴۰ ناصرات تھیں۔ عرصہ زیر رپورٹ میں انصار کے دو سہ ماہی امتحانات ہوئے۔ پہلی سہ ماہی کے امتحان میں معیار اول میں ۸۵ اور معیار دوم میں ۲۷ احباب نے شرکت کی۔ دوسری سہ ماہی میں ستر انصار نے شرکت کی سہ ماہی سوم کے امتحان میں امید ہے اس سے زیادہ انصار شرکت کریں گے۔ خدا کے فضل سے بیشتر انصار فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اکثر احباب سلسلہ کی کتب کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ اور اوسطاً ۱۹۰ انصار باقاعدگی کے ساتھ مطالعہ کرتے ہیں جماعتی نظام کے تحت تعلیم القرآن کا بھی کام جاری ہے۔ جس کے لئے جماعت کے متعلقہ سیکرٹری صاحب باقاعدہ رپورٹ مرکز میں بھجواتے ہیں۔

شعبۂ مال: مجلس کراچی کا سالانہ مدوار بجٹ حسب ذیل ہے:۔ چندہ مجلس ۳۸۳۵/۷۲ روپے ، چندہ

اجتماع ۷۷، روپے اور چندہ لٹریچر ۱۷۷ روپے۔ اس میں سے ۳۱ر اگست تک ۱۸۴۶ روپے چندہ مجلس ۱۷۷ روپے چندہ اجتماع اور ۱۷۷ روپے چندہ اشاعت لٹریچر کی مدمیں بھیجا جا چکا ہے۔ گویا کُل ۲۲۰۰ روپے مرکز میں بھجوائے جا چکے ہیں۔

شعبۂ اصلاح وارشاد} عرصہ زیر رپورٹ میں ماہانہ اوسطاً ساٹھ افراد زیر اصلاح رہے اور تقریباً ۱۵۰ انصار نے اصلاح وارشاد کا فریضہ سر انجام دیا۔ اس دوران پانچ دوست بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔ عرصہ زیر رپورٹ میں ۳۴ انصار نے وقف عارضی کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ ۵۴ انصار نے اپنے رشتہ داروں کو پیغام حق پہنچایا۔ تقریباً ۱۲۰۰ ٹریکٹ تقسیم کئے گئے۔ ۴۴ تبلیغی خطوط لکھے گئے۔ ۳۶ کتب غیر از جماعت احباب کو دی گئیں۔ انصار کی کوششوں سے ۶۰ نوجوانوں نے وقف ایام کی تحریک میں حصہ لیا۔ تقریباً ۲۰۰ روپے کی کتابیں انصار نے اپنے پاس سے خرید کر غیر از جماعت دوستوں کو دیں۔ مجلس کی طرف سے پانچ مستحقین کے نام الفرقان جاری ہے۔ اس کے علاوہ بڑی تعداد میں غیر از جماعت دوستوں کو الفرقان۔ انصار اللہ اور تحریکِ جدید کے رسائل برائے مطالعہ دیئے گئے۔

شعبۂ ایثار} عرصہ زیر رپورٹ میں ۱۲۴۷ مریضوں کو مفت دوائیں دی گئیں۔ ان کے علاوہ عزیز آباد میں ایک نئی ہومیو ڈسپنسری قائم کی گئی جس میں تقریباً ۱۰۰ احباب کو مفت دوا دی گئی مجموعی طور پر ۱۷۷ مریضوں کی عیادت کی گئی۔ مختلف احباب نے احمدی اور غیر احمدی مریضوں کے علاج معالجہ کے لئے اپنے پاس سے ۹۲۸ روپے خرچ کئے۔ ۳۳۰ روپے بطور قرض دیئے گئے۔ جو مختلف انصار نے اپنے پاس سے دیئے۔ اس کے علاوہ غرباء اور مستحقین کی امداد پر ۱۱۱۵ روپے خرچ کئے گئے۔ ۲۵ رشتے طے ہوئے۔ اس سلسلہ میں ہمارے محترم دوست مولوی صدر الدین صاحب کھوکھر جو جماعت کے سکرٹری رشتہ ناطہ ہیں نے بہت کام کیا اور اپنی جیب سے خاصی رقم خرچ کر کے کام کیا۔ سات بے روزگار افراد کو کام دلوایا گیا۔ تین فات یافتہ دوستوں کی تجہیز و تکفین میں ۲۲ انصار نے شرکت کی۔ ۲۰ ناخواندہ دوستوں کے خطوط لکھے گئے۔ دو وقار عمل منائے گئے جن میں ۴۸ انصار نے حصہ لیا۔ ۴۶۰ روپے دارالاقامۃ النصرت کے لئے جمع کر کے بھجوائے گئے۔

شعبۂ ذہانت وصحت جسمانی} انصار اس شعبہ میں اپنی عمر کی وجہ سے زیادہ سرگرم نہیں۔ تاہم ۵۰ انصار باقاعدہ سیر کرتے ہیں اور ۲۰ انصار باقاعدہ ورزش کرتے ہیں۔ اندازاً ۱۵ انصار کھیلوں میں باقاعدہ حصہ لیتے ہیں۔

شعبۂ تحریک جدید} جماعت احمدیہ کراچی کا سال رواں کا تحریک جدید کا وعدہ ۱۱۴ ر۱۱ر۱ روپے تھا۔ اس سلسلہ میں انصار کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ انہوں نے نہ صرف خود بڑھ چڑھ کر

وعدے کئے بلکہ ان کی وصولی کے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ دفتر دوم میں کراچی کے احباب کی شرکت کی اوسط ۹۵ روپے فی کس ہے۔ ۳۱ اگست تک وصولی -/۱۳۰۰ ، ۶۶ روپے ہو چکی ہے۔

شعبہ وقف جدید } خدا تعالیٰ کے فضل سے تقریباً تمام انصار دوسری تحریکوں کی طرح وقف جدید میں بھی پیش پیش ہیں۔ سال گزشتہ کے وقف جدید کے کل وعدہ جات ۳۰،۳۲۳/۹۷ کے تھے جبکہ سال رواں میں جماعت کراچی کا وعدہ وقف جدید ۳۰،۴۸۰/۰۸ روپے ہے ۳۱ اگست تک ۱۰،۱۰۴/۶۸ روپے کی وصولی ہوئی، امید ہے کہ انشاء اللہ تمام وعدہ شدہ رقوم سال کے اختتام تک وصول ہو جائیں گی۔

شعبہ اشاعت } ماہنامہ انصار اللہ کی اشاعت بڑھانے کی طرف کئی مرتبہ احباب کو توجہ دلائی گئی۔ اجلاس عام میں بھی اور مجلس عاملہ کے جلسوں میں بھی کئی مرتبہ اس شعبے کے کام کا جائزہ لیا گیا۔ مجلس کے نام ہر ماہ ۱۲ پرچے آتے ہیں جو لائبریریوں میں رکھے جاتے ہیں اور ان احباب کو پڑھنے کے لئے دیئے جاتے ہیں جو خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ عرصہ زیر رپورٹ میں پندرہ نئے خریدار بنائے گئے۔
مرکز کی شائع کردہ مطبوعات۔ اتباع قرآن کی برکات ۲۴۷ ۔ غلبۂ اسلام کی پیشگوئی ۷۰ ۔ میری بعثت کا مقصد ۱۵۰ ۔ اور میری تعلیم ۲۵ ۔ درثمین فارسی کے اقتباسات ۴۰ ۔ سورۂ بقرہ کی سترہ آیات ۲۰۰ ۔ تزکیہ نفس اور ہماری ذمہ داری ۳۱۴ احباب میں تقسیم کی گئیں اور غیر از جماعت دوستوں کو دی گئیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کارکنان اور عہدہ داران کو صحیح رنگ میں خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جملہ انصار کو مجلس کے پروگرام میں زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی توفیق ملے تاکہ ہم آگے ہی آگے قدم بڑھانے، اور ہر لحاظ سے معیار پر پورا اترنے کے قابل ہو سکیں۔ آمین

دعائے کامل کے لوازمات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"دعا کے کامل کے لوازمات یہ ہیں کہ اس میں رقت ہو، اضطراب اور گدازش ہو جو دعا عاجزی، اضطراب اور شکستہ دلی سے بھری ہوئی ہو وہ خدا تعالیٰ کے فضل کو کھینچ لاتی ہے اور قبول ہو کر اصل مقصد تک پہنچاتی ہے" (ملفوظات ششم صفحہ ۹۳)

مغرب میں خوشحالی کا فتنہ اور اس کی ہلاکت آفرینی

مخصوص نو آزاد معاشرہ میں روحانی بیماریوں کی افسوسناک صورت حال

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نافرمان قوموں، ان کی نفسیات، ان کے اندازِ فکر ان میں رونما ہونے والے اخلاقی فساد و بگاڑ اور اس کی کیفیات نیز ان پر بالآخر آنے والے عذاب اور ان کے دردناک انجام پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس ضمن میں اس نے واضح فرمایا ہے کہ وہ پہلے نافرمان قوموں کو دکھ تکلیف اور مصائب میں مبتلا کرتا ہے تاکہ ان کے دلوں کی سختی کم ہو اور وہ عاجزی اختیار کرتے ہوئے اس کے آستانہ پر جھکیں جب وہ اسے زمانہ کا اتار چڑھاؤ سمجھتے ہوئے نصیحت نہیں پکڑتے تو پھر اللہ تعالیٰ انہیں خوشحال بنا دیتا ہے اور اس طرح انہیں موقعہ دیتا ہے کہ وہ نعمتوں کے حصول پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اپنی اصلاح کی طرف مائل ہوں۔ لیکن بجائے اصلاح کی طرف مائل ہونے اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے وہ اور زیادہ شوخیوں اور شرارتوں میں بڑھ جاتے ہیں اور بالآخر اپنے کئے کی سزا پائے بغیر نہیں رہتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّا
اَخَذْنَا اَھْلَھَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ
لَعَلَّھُمْ یَضَّرَّعُوْنَ ۝ ثُمَّ بَدَّلْنَا
مَکَانَ السَّیِّئَۃِ الْحَسَنَۃَ حَتّٰی
عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا
الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰھُمْ
بَغْتَۃً وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝

(الاعراف آیات ۹۵، ۹۶)

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے کسی بستی میں نبی بھیجا ہو اور اس بستی کے لوگوں کو پہلے تنگی اور سختی میں مبتلا نہ کیا ہو تاکہ وہ عاجزی اور زاری اختیار کریں۔ پھر ہم نے ان کی بدحالی کو خوشحالی سے بدل دیا۔ یہاں تک کہ وہ خوب پھلے پھولے اور کہنے لگے ہمارے اسلاف پر بھی اچھے اور برے دن آتے ہی رہے ہیں۔ آخر کار ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا۔ اور انہیں خبر تک نہ ہوئی۔

ایسی نافرمان قوموں کے افراد جنہیں خدا تعالیٰ آزمائش کے طور پر خوشحالی کے فتنہ میں مبتلا کرتا ہے۔ شروع شروع میں یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم جس راہ پر چل رہے ہیں وہی ٹھیک ہے جبھی تو خدا تعالیٰ نے ہمیں دنیوی

نعمتوں یعنی خوشحالی اور فارغ البالی سے نواز رہا ہے۔ چنانچہ اپنے اس گمان کے تحت وہ اپنی گمراہی میں بڑھتے چلے جاتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس ذہنی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهِ مِنْ مَالٍ وَبَنِينَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ ۚ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ ۝

(المومنون آیات ۵۶-۵۷)

کیا یہ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ ہم جو مال اور اولاد سے ان کی امداد کئے چلے جا رہے ہیں (تو اس کے یہ معنی ہیں کہ گویا) ہم انہیں نیکیوں میں جلد جلد بڑھا رہے ہیں حالانکہ حقیقت جو کچھ ہے اسے یہ نہیں سمجھتے۔

بعد میں خوشحالی کے فتنہ میں پڑنے کی وجہ سے ایسے لوگ گمراہی میں اور زیادہ بڑھتے چلے جاتے ہیں اور گناہوں میں ملوث ہونے کے باعث بالآخر خدا کا ہی انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اور بجائے مہلت سے فائدہ اٹھانے کے وہ الٹا ہنسی کرتے ہیں کہ اگر کوئی خدا ہے اور ہم گناہوں میں ملوث ہیں تو پھر وہ ہم پر عذاب کیوں نازل نہیں کرتا کس چیز نے اسے ایسا کرنے سے روک رکھا ہے۔ چنانچہ ان کے اس طرز عمل کا ذکر کرتے ہوئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَىٰ أُمَّةٍ مَعْدُودَةٍ لَيَقُولُنَّ مَا يَحْبِسُهُ ۗ أَلَا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝

(ھود آیت ۹)

اور اگر ہم ایک خاص مدت تک عذاب کو ان سے ٹالتے رہتے ہیں۔ تو وہ کہنے لگ جاتے ہیں۔ آخر کس چیز نے اس عذاب کو ہم سے روک رکھا ہے۔ سنو! جس وقت وہ عذاب ان پر آئے گا تو ان سے ہٹایا نہیں جا سکے گا۔ اور جس عذاب پر وہ ہنسی کرتے تھے وہ انہیں گھیر لے گا۔

خوشحالی کے فتنہ میں مبتلا کی جانے والی قوموں کی اس ذہنی کیفیت اور انداز فکر کا ذکر کرنے کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اس اخلاقی فساد و بگاڑ اور گناہوں کی اس بھرمار کا بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے جس میں ایسی نافرمان قومیں خوشحالی کی وجہ سے ملوث ہوئے بغیر نہیں رہتیں چنانچہ فرماتا ہے۔

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ۝ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ ۗ وَكَفَىٰ

جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کریں تو پہلے ہم اس کے آسودہ حال لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں جس پر وہ الٹا نافرمانی کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ تب اس بستی کے متعلق ہمارا کلام پورا ہو جاتا ہے اور ہم اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں اور اسی

وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا

(بنی اسرائیل آیات ۱۷-۱۸)

قانون کے مطابق ہم نے نوح کی قوم کو اور اس کے بعد بیچے بعد دیگرے بہت سی نسلوں کو ہلاک کیا اور تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی اچھی طرح آگاہی رکھنے والا ہے اور انہیں خوب دیکھتا ہے۔

ایسی خوشحال قومیں پورے طور پر شیطان کے قبضہ میں چلی جاتی ہیں۔ شیطان ان لوگوں کو گمراہ کرتا چلا جاتا ہے اور وہ شیطان کے زیر اثر اپنی بداعمالیوں اور بدکرداریوں کو نیکی کا درجہ دے کر ان پر فخر کرنے لگتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں ٹھیک کر رہے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ہمارے اعمال قابلِ اعتراض نہیں بلکہ سراسر قابلِ تعریف ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ بداعمالیوں میں سر سے پاؤں تک ڈوبے ہوئے ایسے خوشحال لوگوں کا ہی ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے :-

تَاللَّهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

(النحل آیت ۶۴)

اللہ کی قسم ہم نے تجھ سے پہلے کی تمام امتوں کی طرف رسول بھیجے تھے۔ پھر انہیں شیطان نے ان کی بدعملیوں کو خوبصورت کر کے دکھایا۔ سو وہی آج ان کا آقا بنا ہوا ہے (اور وہ ان کے پیچھے پیچھے چلتے چلے جا رہے ہیں) ان کے لئے ایک دردناک عذاب مقدر ہے۔

پھر خوشحالی کے فتنہ میں مبتلا ایسی ہی ایک قوم کی گھناؤنی بداعمالی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ۝ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۝ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا أَخْرِجُوهُم مِّن قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ۝

(الاعراف آیات ۸۱ تا ۸۳)

اور (ہم نے) لوط کو بھی (اس قوم کی طرف رسول کر کے بھیجا تھا) جب اس نے (جاکر) اپنی قوم سے کہا کیا تم ایسی بے حیائی کرتے ہو کہ تم سے پہلے ساری قوموں میں سے کسی نے نہیں کی تھی۔ کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت کے ارادہ سے آتے ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ تم بالکل ہی حد سے گزرنے والی قوم ہو۔ مگر اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ (اے لوگو!) نکالو لوط اور اس کے ساتھیوں کو اپنی بستیوں سے، بڑے پاکباز بنتے ہیں یہ۔

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات سے ظاہر ہے کہ خوشحالی کا فتنہ ایک بہت ہی خطرناک فتنہ ہے۔

جو نافرمان قومیں اس فتنہ میں مبتلا کی جاتی ہیں وہ قسم ہا قسم کی اخلاقی برائیوں اور بدکاریوں میں ملوّث ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اوّلاً جب انہیں خوشحالی میسر آتی ہے تو وہ سمجھتی ہیں کہ خدا ہم سے بہت خوش ہے۔ جبھی تو وہ ہمارے نفوس و اموال کو بڑھا رہا ہے۔ اگر وہ ہم سے ناراض ہوتا تو وہ دولت اور دنیوی نعماء کی فراوانی سے کیوں نوازتا۔ اس کے بعد گناہوں میں ملوّث ہونے اور دنیوی عیش و آرام میں غرق ہونے کے باعث خدا ہی کی منکر ہو جاتی ہیں اور جب انہیں عذاب سے ڈرایا جاتا ہے تو ڈرنے اور خوف کھانے کی بجائے الٹا یہ کہنا شروع کر دیتی ہیں کہ اگر خدا ہے تو وہ ہم پر گرفت کیوں نہیں کرتا کس چیز نے اسے عذاب نازل کرنے سے باز رکھا ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ کی ہستی کے انکار کے بعد وہ کلّی طور پر شیطان کے قبضہ میں آجاتی ہیں اور اسی کے اشارہ پر چلنا شروع کر دیتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نیکی بدی کی تمیز ان کی نگاہ میں اٹھ جاتی ہے۔ وہ اپنی بداعمالیوں کو ہی نیک اعمال تصور کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ کسی وعظ و نصیحت کا ان پر اثر نہیں ہوتا بلکہ وعظ و نصیحت کرنے والوں کے وہ درپے آزار ہو جاتی ہیں۔ وہ اپنی بداعمالیوں کو تہذیب کا نام دے کر انہیں ہی اپنی ترقی کامیابی اور خوشحالی کا ذریعہ سمجھنے لگتی ہیں۔ جب ان کی بداعمالیاں اس حد تک پہنچ جاتی ہیں اور خدا تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی مہلت کی مدت پوری ہو جاتی ہے تو خدائی عذاب نازل ہو کر انہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔

آج بے انداز مادی ترقی اور خوشحالی کے فتنہ میں مبتلا مغربی اقوام کا بعینہٖ یہی حال ہے اور بالخصوص امریکہ کا معصیت نواز معاشرہ تو اس کی ایک جیتی جاگتی تصویر سے کسی طرح کم نہیں۔ امریکہ فی زمانہ دنیا کا مالدار ترین ملک ہے۔ بے پناہ مادی وسائل اس کے قبضہ اور تصرف میں ہیں۔ اور وہ سائنس، ٹیکنالوجی، صنعت و حرفت تجارت اور دوسرے تمام شعبوں میں ترقی کرتا چلا جا رہا ہے۔ لیکن یہ تصویر کا محض ایک رخ ہے۔ دوسری طرف اس ہمہ گیر مادی ترقی اور دولت کی فراوانی نے انہیں اس درجہ عیاش بنا دیا ہے کہ حلال و حرام، نیکی و بدی اور طیّب و خبیث کی تمیز ان کے ہاں اٹھ چکی ہے۔ وہ اس حد تک پنجۂ شیطان میں اسیر ہو چکے ہیں کہ ہر قسم کی بے حیائی، بدکرداری اور بداعمالی ان میں گھر کر چکی ہے۔ ہر چند کہ وہ سراسر اباحتی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ کے مصداق بنے ہوتے ہیں تاہم اپنے آپ کو دنیا کی مہذب ترین قوم خیال کرتے ہوئے اس گمان میں مبتلا ہیں کہ وہ اپنی اس سراسر مادی اور معصیت نواز تہذیب کی بدولت دنیا میں ترقی کرتے چلے جائیں گے۔ ذیل میں ہم وہاں کے معصیت نواز معاشرے کی ایک خفیف سی جھلک وہیں سے شائع ہونے والے ایک رسالہ "The Plain Truth" (دی پلین ٹروتھ) کے حوالہ سے پیش کرتے ہیں:-

دولت کی فراوانی اور روحانی اقدار سے عاری سراسر ایک مادی تہذیب کے زیر اثر پروان چڑھنے والے معاشرہ کی بدولت امریکہ میں جرائم کا ارتکاب اس قدر ہولناک طریق پر بڑھ رہا ہے۔ اور ہر نوع کے معاصی وبا کی شکل میں اس قدر تیزی سے پھیل رہے ہیں کہ قریباً سارا معاشرہ ہی اخلاقی انحطاط و زوال اور فساد و بگاڑ کا شکار ہو کر رہ گیا ہے۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ قوم کے ایک بڑے حصہ پر جنسی بے راہ روی اور بے اعتدالی کے لحاظ سے ایک جنون کی کیفیت طاری ہے سکولوں میں پڑھنے والے نوعمر بچے اور بچیاں بھی اس جنونی کیفیت سے محفوظ نہیں ہیں۔ چنانچہ اس افسوسناک کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے "دی پلین ٹروتھ" اپنی فروری ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے :-

"اکثر لڑکے اور لڑکیاں تیرہ سال کی عمر کو پہنچتے ہی جنسی کشش کے ماتحت ایک دوسرے سے علیحدگی میں ملاقاتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور بعض لڑکے اور لڑکیاں تیرہ سال کی عمر سے پہلے ہی باہم میل جول بڑھانے لگتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا معصوم بچپن بہت جلد رخصت ہو جاتا ہے۔ جنسی کشش کے ماتحت ملاقاتیں جنسی اختلاط اور اکثر و بیشتر استقرارِ حمل اور پھر وقت سے پہلے ہی شادی پر منتج ہوئے بغیر نہیں رہتیں....

آج نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ ملک بھر میں پھیلے ہوئے سکولوں کے اساتذہ کی اطلاع کے مطابق ۹ سال کے بچے جنسی کشش کے ماتحت لڑکیوں میں دلچسپی لینا اور ان سے ملاقاتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں اور بارہ سال کی عمر کے لڑکے لڑکیوں میں ایسا جنسی اختلاط جو پل صراط پر سے گزرنے کے مترادف ہے شروع ہو جاتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب ایک ضلع میں درمیانہ طبقہ کے سکولوں کے بچوں کا مطالعہ کیا گیا۔ تو پتہ یہ چلا کہ پانچویں جماعت کے چالیس فیصد بچے اور بچیاں جن کی عمر دس گیارہ سال سے متجاوز نہیں ایسے ہیں جنہوں نے جنسی کشش کے ماتحت باہم ایک دوسرے سے ملنا شروع کر رکھا ہے ...

• باہم جنسی اختلاط میں پل صراط پر سے گزرنے کی کوشش کے نتیجہ میں حرام کاری کا دروازہ کھلتا ہے یا ایک غلط کی راہ اور سراسر ناموزوں شخص کے ساتھ شادی رچانے کے سوا چارہ نہیں رہتا....

امریکہ میں بیس ہزار سے زیادہ لڑکے اور لڑکیاں بارہ سے پندرہ سال کی عمر کے درمیان شادیاں رچا بیٹھتے ہیں۔"

(دی پلین ٹروتھ بابت ماہ فروری ۱۹۶۹ء صفحہ ۳۲)

جس قوم میں نوعمر بچوں اور بچیوں کو جنسی اختلاط کی کھلی چھٹی ہو اور اسے معیوب نہیں بلکہ تہذیب

ترقی کی علامت سمجھا جاتا ہو۔ اس قوم میں فحاشی، بدکاری، ہم جنسی تلذذ۔ طلاقوں کی بھرمار، چوری، ڈاکہ زنی اور قتل وغیرہ جرائم اور معاصی بھلا کیوں نہ پنپیں اور وہاں روحانی امراض وبائی صورت میں کیوں نہ پھوٹ نکلیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ اور اسی طرح دوسرے مغربی ممالک میں جہاں دہریت اور مغرب کی سرا سر مادی تہذیب کا دور دورہ ہے۔ معاصی کی بے انداز کثرت۔ طلاقوں کی بھرمار اور بے حساب ناجائز ولادتوں کی یلغار کی وجہ سے فیملی لائف (گھریلو زندگی) یکسر تباہ ہو کر رہ گئی ہے۔ حتیٰ کہ ازدواجی رشتہ کا تقدس واحترام اور خلوص ومحبت پر مبنی پُرسکون اور خوشیوں سے معمور گھریلو زندگی کا تصور ہی معدوم ہوتا جارہا ہے۔ اس کی وجہ سے وہاں اخلاقی انحطاط اور معاشرتی فساد و بگاڑ کی جو انتہائی ہولناک اور دلوں پر لرزہ طاری کر دینے والی نہایت درجہ گھناؤنی اور ناگوار صورتِ حال پیدا ہو چکی ہے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے "دی پلین ٹروتھ" اسی شمارہ کے ایک اور مضمون میں رقمطراز ہے :۔

"ذرا غور کیجئے امریکہ، برطانیہ اور آسٹریلیا میں طلاق کا مسئلہ کتنی سنگین صورت اختیار کر چکا ہے؟ دل ہلا دینے والے اعداد وشمار میں اس کا صاف صاف اور واضح جواب موجود ہے۔ طلاق ہمارے زمانہ کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ سنگین معاشرتی مسئلہ ہے۔ اس ایک مسئلہ سے کئی ایک مسئلے جنم لیتے ہیں۔ جیسے قلبی اذیت، عدالتی جھگڑوں اور بے گھر بچوں کے مسائل۔

طلاقوں کی بھرمار کے معاملہ میں امریکہ دنیا بھر میں تمام دوسرے ممالک کا پیشرو ہے۔ امریکہ کے ہر تین گھروں میں سے ایک گھر ایسا ہوتا ہے جسے طلاق کی عدالتوں کے تکلیف دہ حالات کا تجربہ ضرور حاصل ہوتا ہے۔ لاس اینجلیز کاؤنٹی میں ہر شادی کے لئے ایک طلاق پہلے سے موجود ہوتی ہے

امریکہ کی "فیملی سروس ایسوسی ایشن" کا کہنا ہے کہ خاندانوں کا شیرازہ بکھرنے کی رفتار وبائی امراض پھیلنے کی رفتار سے کسی طرح کم نہیں ہے اور یہ صورتِ حال امریکہ میں نمبر ا معاشرتی مسئلہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہر سال امریکہ میں دس لاکھ سے بھی زیادہ افراد کو طلاق ملتی ہے۔ طلاقوں کی رفتار آج سے ایک صدی پیشتر کے مقابلہ میں نسبتی اعتبار سے سات گنا زیادہ بڑھ چکی ہے۔ باقاعدہ ریکارڈ کی جانے والی طلاقوں کے علاوہ ہر سال قریباً ایک لاکھ کیس ایسے ہوتے ہیں جن میں میاں بیوی طلاق دیئے بغیر ایک دوسرے کو چھوڑ دیتے ہیں۔

ناجائز ولادتوں کی رفتار ۱۹۳۸ء کے مقابلہ میں تین گنا زیادہ بڑھ چکی ہے۔ صرف امریکہ میں ہی ہر سال تین لاکھ سے بھی زیادہ حرامی بچے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک اور مسئلہ جسے ناجائز ولادتوں کے مسئلہ کا ہی شاخسانہ سمجھنا چاہیئے نوعمر و نوخیز مجرموں اور خطاکاروں کا مسئلہ ہے۔ ۱۹۴۰ء کے مقابلہ میں ان کی تعداد میں تین گنا اضافہ ہو چکا ہے۔

طلاق اور گھریلو زندگی سے متعلق چکرا دینے والے ان حقائق کے علاوہ حالیہ مشاہدے اور مطالعے کے نتیجہ میں انسانی تعلقات اور گھریلو زندگی سے تعلق رکھنے والے اور بہت سے تشویشناک مسائل کا بھی انکشاف ہوا ہے۔ ان افسوسناک اعداد و شمار کے پس پردہ اگر جھانک کر دیکھا جائے تو اور بہت سارے انسان نیز اور بہت سارے خاندان ایسے نظر آئیں گے جن کی زندگیاں ان معاشرتی برائیوں کے دور رس نتائج کی وجہ سے الجھنوں اور پیچیدگیوں کا شکار ہو کر مسخ ہو چکی ہیں۔ جب بھی طلاق کا کوئی ایک واقعہ رونما ہوتا ہے (اور جب بھی گھڑی کی سوئی ۹۰ مرتبہ ٹک ٹک کرتی ہے یعنی ہر نوے سیکنڈ کے بعد ایک اور امریکی گھر کا شیرازہ طلاق کی وجہ سے بکھر چکا ہوتا ہے۔ گزشتہ سال امریکہ میں ہر روز ایک ہزار سے زیادہ طلاقوں کی منظوری دی جاتی رہی) تو اس کے نتیجہ میں یہ منظر عام دیکھنے میں آتا ہے کہ بچے چیخ رہے ہوتے ہیں کہ امّی امّی! ہمیں چھوڑ کر نہ جاؤ۔ ذرا بڑی عمر کے لڑکے اور لڑکیاں اس الجھن میں پڑ جاتے ہیں کہ جب ان سے یہ پوچھا جائے گا کہ تم اپنے کن والدین کے ساتھ رہنا پسند کرو گے تو وہ کیا جواب دیں گے۔ تیرہ سال سے بڑی عمر کے بچے بے گھر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ہزاروں نوجوانوں کو یا سوتیلے والدین کے ہاں رہنا پڑتا ہے یا وہ کسی ادارہ میں زندگی کے دن گزارنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

(دی پلین ٹروتھ بابت فروری ۱۹۶۹ء صفحہ ۵ و ۴۴)

کثرت معاصی کی اس گھناؤنی صورت حال کے علاوہ اور بہت سی انتہائی شرمناک اخلاقی برائیاں (جن کی تفصیلات بیان کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں) دیگر مغربی ممالک میں عموماً اور امریکہ میں بالخصوص وبائی امراض کی طرح پھیلتی اور عام ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ ان میں ہم جنسی تلذذ (Homosexuality)

اور اپنی مرضی سے وقتی طور پر باہم بیویاں بدلنا (Spouse - swapping sport)

اور اسی قسم کی متعدد دوسری قبیح حرکات شامل ہیں۔

پھر ستم بالائے ستم یہ ہے کہ صحیح الفکر اشخاص کے سوا جو یقیناً اقلیت میں ہی معاشرے کے اکثر و بیشتر

طبقوں کو اس اخلاقی و روحانی دیوالیہ پن اور ہولناک معاشرتی فساد بگاڑ کا احساس تک نہیں ہے۔ وہ ان برائیوں کو برائیاں گرداننے کے لئے ہی آمادہ نہیں۔ اس کا ایک ثبوت وہ کانفرنس ہے جو ۱۹۶۹ء کے اوائل میں امریکہ کی پرنسٹن یونیورسٹی میں منعقد ہوئی اور جس میں ایک سو کے قریب دانشوروں نے شرکت کی مقصد اس کانفرنس کا یہ تھا کہ اس وقت امریکی معاشرہ جن خرابیوں اور اخلاقی برائیوں میں ملوث ہو چکا ہے۔ ان کی اصلاح کی تدبیر پر غور کیا جائے۔ اول تو نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں نے جن پر اس کانفرنس کی سب سے زیادہ زد پڑتی تھی اس کے خلاف مظاہرہ کیا۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں میں ایسے بینر اٹھائے ہوئے تھے جن پر انتہائی قابلِ اعتراض نعرے لکھے تھے۔ مزید برآں جب کانفرنس میں "پرنسٹن انسٹی ٹیوٹ آف ایڈوانسڈ سٹڈی" کے پروفیسر جارج ایف۔ کینان (George F Kennan) نے جو یوگوسلاویہ اور روس میں سفیر رہ چکے ہیں امریکی معاشرہ کی اصل خرابیاں گنوائیں۔ اور ان کی ہلاکت آفرینیوں کی طرف اشارہ کر کے انہیں دور کرنے کی تدابیر پر روشنی ڈالی تو کانفرنس میں شریک بہت سے دانشوروں نے نہ صرف ان کے خیالات سے اتفاق نہ کیا بلکہ بعض نے تو مظاہرہ کرنے والے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی حمایت میں آواز اٹھائی اور یہاں تک کہا کہ امریکی تہذیب اور امریکی معاشرہ کو کوئی تباہ کن خطرہ لاحق نہیں ہے۔ امریکی معاشرہ نہ صرف یہ کہ تباہ نہیں ہوگا بلکہ غیر محدود زمانہ تک ترقی کی راہ پر گامزن رہتے ہوئے دوسروں کے لئے مشعل راہ کا کام دیتا رہے گا۔ اس معاشرہ کو اپنی خرابیوں سے نہیں بلکہ صرف ایٹمی جنگ کے امکان سے خطرہ لاحق ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سو دانشوروں کی یہ عظیم کانفرنس امریکی معاشرہ کے مسائل کا کوئی حل پیش کئے بغیر ختم ہو گئی۔ "دی پلین ٹرتھ" نے اپنے فروری ۱۹۶۹ء کے شمارہ میں اس کانفرنس کی کارگزاری پر ایک بہت تفصیلی مضمون شائع کیا ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے (ملاحظہ ہوں رسالہ مذکور کے صفحات ۱۷ تا ۲۰ و ۳۸ تا ۴۰)

اب کون کہہ سکتا ہے کہ خوشحالی کے فتنہ کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی وہ تمام خرابیاں اور روحانی بیماریاں جن کی قرآن مجید نے نشان دہی فرمائی ہے۔ آج یورپ اور بالخصوص امریکی اقوام میں در نہیں آئی ہیں اور یہ کہ اب ان کی یہ بے لگام مادی ترقی اور بے اندازہ خوشحالی ان کے لئے وبالِ جان ثابت نہیں ہو رہی۔ نزول عذاب کے قرآنی اصولوں کے مطابق یہ اقوام لمحہ بہ لمحہ خدائی عذاب سے قریب سے قریب تر ہوتی جا رہی ہیں۔ تاوقتیکہ یہ اپنی متوقع تباہی و بربادی کا احساس کرتے ہوئے خدا کی طرف رجوع نہ کریں۔ اور اصلاح احوال کی طرف مائل نہ ہوں جس کا بظاہر کوئی امکان نظر نہیں آ رہا۔ ابھی تو آج سے چند سال پیشتر امریکہ کے مشہور عالم عیسائی مناد

ڈاکٹر بلی گراہم کی اہلیہ محترمہ نے امریکہ میں فحاشی اور معاصی کی کثرت کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر خدا نے امریکی عوام کی اخلاقی و جنسی بے راہ روی پر کوئی گرفت نہ کی تو پھر اسے سدوم اور عمورہ کی بستیوں اور ان کے باشندوں سے معذرت کرنا پڑے گی جنہیں اس نے ازمنہ گزشتہ میں ایسے ہی معاصی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے گندھک اور آگ کا عذاب نازل کر کے صفحۂ ہستی سے نابود کر دیا تھا۔

نمائندگان شوریٰ انصار اللہ کا انتخاب

نمائندگان شوریٰ انصار اللہ کا انتخاب کرتے وقت مجالس مندرجہ ذیل قواعد کو مدِ نظر رکھیں۔ منتخب نمائندگان کے لئے ضروری ہے کہ وہ

۱۔ نماز باجماعت کے پابند ہوں۔

۲۔ سلسلہ اور مجلس کے چندوں کی ادائیگی میں باقاعدہ ہوں۔ انصار اللہ کے چندوں کے لحاظ سے بقایا دار وہ ہوگا جس کے ذمہ ایک سال سے زائد عرصہ کا مجلس کے چندوں کا بقایا ہو۔

۳۔ راستباز اور دیانتدار ہوں اور سلسلہ اور مجلس کے نظام کے پابند ہوں۔

۴۔ مجلس شوریٰ انصار اللہ کے لئے مجالس مقام و حلقہ اپنے اراکین کی مجموعی تعداد کے ہر بیس یا اس سے کم افراد پر ایک نمائندہ منتخب کریں گی۔

۵۔ ناظم اعلیٰ۔ ناظم۔ زعیم اعلیٰ اور زعیم اپنے عہدہ کے اعتبار سے مجلس شوریٰ انصار اللہ کے رکن ہوں گے۔ وہ مجلس متعلقہ کے لئے مقرر کردہ تعداد میں شامل نہ ہوں گے۔

(قائمقام قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

ادارِیہ بقیہ ص ۵

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان میں انصار، خدام، اطفال، لجنہ اماء اللہ اور ناصرات کی جوق در جوق شرکت کو لازمی قرار دیا ہے۔ اور ایسی جماعتوں مجالس اور لجنات کے متعلق جن کا کوئی نمائندہ ان میں شریک نہیں ہوتا ارشاد فرمایا ہے کہ انہیں اجتماع میں اپنے نمائندے ضرور بھجوانے چاہئیں۔ اور اگر کوئی جماعت یا مجلس یا لجنہ اپنے اراکین کی تعداد کے لحاظ سے بہت چھوٹی ہو تو بھی اسے کم از کم ایک نمائندہ ضرور بھجوانا چاہئیے اس بارہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے کہ:۔

"تمام جماعتوں کے نمائندے لجنہ اور ناصرات اور خدام الاحمدیہ اور اطفال اور انصار اللہ کے اجتماعات میں ضرور شامل ہوں۔ لیکن اس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے ..... میں انشاء اللہ نگرانی کروں گا کہ جماعت کی نمائندگی ضرور ہو ..... خواہ ایک ہی آسکے اگر چھوٹی جماعت ہے لیکن شامل ضرور ہونا چاہئیے۔"

ہم جملہ جماعتوں اور مجالس انصار اللہ تک حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ نہایت درجہ تاکیدی ارشاد پہنچا کر یہ توقع رکھتے ہیں کہ بالخصوص پاکستان کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی مجالس انصار اللہ کے اراکین اپنے اجتماع میں شرکت کے لئے اس کثرت سے دیوانہ وار کھنچے چلے آئیں گے کہ سال بہ سال آنے والے خوش نصیبوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے تمام سابقہ ریکارڈ مات کر دکھائیں گے۔ حتیٰ کہ کوئی ایک مجلس بھی ایسی نہیں رہے گی کہ جس کے نمائندے اجتماع میں شمولیت کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے لئے کھنچے چلے نہ آئیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جملہ مجالس انصار اللہ اور ان کے اراکین کو اجتماع انصار اللہ کی جو علوم دینیہ کی تحصیل اور اجتماعی ذکر الٰہی کے ایک انمول موقع کی حیثیت رکھتا ہے قدر و قیمت اور اس کی بے اندازہ افادیت کو سمجھنے اور اس میں شمولیت کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کی غرض سے دیوانہ وار مرکز میں کھنچے چلے آنے کی توفیق عطا فرمائے تا وہ اس کی عظیم الشان روحانی برکات سے متمتع ہونے کے بعد ایک نئی روح اور نئی زندگی لے کر اپنے گھروں کو واپس لوٹیں۔

آمین اللّٰہم آمین

ربوہ میں پندرھویں سالانہ اجتماع انصار اللہ مرکزیہ کا پروگرام

۲۳ اخاء / اکتوبر بروز جمعۃ المبارک

اجلاس اوّل

۴-۰۰ تا ۴-۱۰	تلاوت قرآن مجید	مکرم حافظ مسعود احمد صاحب
بعد دوپہر ۴-۱۰ تا	دعا۔ عہد۔ افتتاحی خطاب	سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں درخواست کی جائے گی
۴۰ منٹ	تفریحی و ورزشی مقابلہ جات	

اجلاس دوم

۷-۳۰ تا ۷-۳۵	تلاوت قرآن مجید	مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب
۷-۳۵ تا ۸-۴۰	سالانہ رپورٹ کارگزاری	قائدین کرام مرکزیہ
۸-۴۰ تا ۹-۴۰	شوریٰ	مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب
۹-۴۰ تا ۹-۵۰	درس حدیث	

شب بخیر

۲۴ اخاء / اکتوبر بروز ہفتہ

اجلاس سوم

۴-۳۰ تا ۵-۰۰ صبح	نماز تہجد	
۵-۰۰ تا ۵-۳۵	نماز فجر	
۵-۳۵ تا ۵-۵۰	درس قرآن مجید	مکرم سید محمود احمد صاحب ناصر
۵-۵۰ تا ۶-۵۰	سیرت حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم۔	
	اللہ تعالےٰ کی بنیادی صفات اربعہ کے کامل مظہر	بحوالہ ملفوظات جلد ہفتم ص۲۱
۱۵ منٹ	۱۔ ایضاً بحیثیت ربوبیت	مکرم مسعود احمد خان صاحب
۱۵ "	۲۔ ایضاً بحیثیت رحمانیت	مکرم مولانا غلام احمد صاحب فرخ
۱۵ "	۳۔ ایضاً بحیثیت رحیمیت	مکرم مولانا غلام باری صاحب سیف

۱۵ منٹ	۴۔ ایضاً بحیثیت مالکیت	مکرم مولانا عبد المالک خان صاحب (تحریری)
۶-۰۰ تا ۸-۴۵	ناشتہ	

اجلاسِ چہارم

۸-۴۵ تا ۸-۵۳	تلاوت قرآن کریم	مکرم قاری محمد عاشق صاحب
۸-۵۳ تا ۹-۰۰	نظم	مکرم چوہدری عبد العزیز صاحب
۹-۰۰ تا ۹-۱۵	درس قرآن مجید	مکرم مولانا ابو العطاء صاحب
۹-۱۵ تا ۹-۳۰	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ	مکرم شیخ مبارک احمد صاحب
۹-۳۰ تا ۹-۴۵	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام	مکرم مولانا عبد المالک خان صاحب
۹-۴۵ تا ۱۰-۰۰	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ پیدا ہونے والا روحانی انقلاب	مکرم مسعود احمد خان صاحب
۱۰-۰۰ تا ۱۰-۱۵	سلسلہ عالیہ احمدیہ اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظارے	مکرم مولانا غلام احمد صاحب فرخ
۱۰-۱۵ تا ۱۰-۳۰	احمدیت دنیا کے کناروں تک	مکرم مولوی نسیم سیفی صاحب
۱۰-۳۰ تا ۱۰-۴۵	جماعت احمدیہ کو خدا تعالیٰ نمونہ بنانا چاہتا ہے۔	مکرم شیخ مبارک احمد صاحب
۱۰-۴۵ تا ۱۱-۰۰	احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لایفتنون (عنکبوت)	مکرم مولانا ابو العطاء صاحب
۱۱-۰۰ تا ۱۲-۰۰	انعامی تقریری مقابلہ۔ عنوانات	منصفین
	۱۔ انبیاء کی صداقت کا معیار	مکرم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب
	۲۔ روحانی سلسلوں کی صداقت کی دلیل	مکرم مولوی نسیم سیفی صاحب
	۳۔ اسلام کی دیگر مذاہب پر فضیلت	
	۴۔ انصار اللہ کے فرائض	مکرم مولانا عبد المالک خان صاحب
	۵۔ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ	
	۶۔ تاریخ احمدیت کا مطالعہ کیوں ضروری ہے۔	
	۷۔ نظامِ خلافت کے احترام اور اطاعت کا جذبہ	
۱۲-۰۰ تا ۱۲-۱۰	نظم	مکرم قریشی عبد الرحمٰن صاحب

۱۲-۲۵ تا ۲-۳۰	وقفہ برائے نماز ظہر و عصر و طعام	

اجلاسِ پنجم

۲-۳۰ تا ۲-۲۵	تلاوت قرآنِ کریم	مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب
۲-۳۵ تا ۲-۵۰	درس قرآن مجید	مکرم قاضی محمد نذیر صاحب
۲-۵۰ تا ۳-۵	درس ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام	مکرم مولانا نذیر احمد صاحب مبشر
۳-۵ تا ۳-۲۰	مغربی افریقہ میں اخلاص و وفا کے پیکر	مکرم چوہدری محمد علی صاحب
۳-۲۰ تا ۳-۲۵	وقت کے تقاضے	مکرم مرزا عبد الحق صاحب
۳-۳۵ تا ۳-۵۰	کانّھم بنیانٌ مرصوص	مکرم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب
۳-۵۰ تا ۴-۵	فتوحات اور خطرات	مکرم شیخ مبارک احمد صاحب
۴-۵ تا ۴-۱۵	نظم	مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب
۴-۱۵ تا ۴-۳۰	عملی نمونہ تبلیغ حق کا بہترین ذریعہ	مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب
۴-۳۰ تا ۴-۴۵	دل صدق و صفا کی ضرورت	مکرم شیخ محمد احمد صاحب مظہر
۴-۴۵ تا ۵-۳۰	تفریحی و ورزشی مقابلہ جات و اجلاس ناظمین اضلاع و ناظمین اعلیٰ و مجلس عاملہ مرکزیہ (بیک وقت)	
۵-۳۰ تا ۸-۰۰	وقفہ برائے نماز مغرب و عشاء	

اجلاس ششم

۸-۰۰ تا ۸-۵	تلاوت قرآن کریم	مکرم قاری محمد عاشق صاحب
۸-۵ تا ۸-۱۵	نظم	مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب
۸-۱۵ تا ۸-۳۰	تقسیم انعامات واسناد خوشنودی	محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ
۸-۳۰ تا ۹-۳۰	سوال و جواب (سوالات افتاء، قضاء یا سیاست سے متعلق نہ ہوں گے)	مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب۔ مکرم قاضی محمد نذیر صاحب۔ مکرم مولانا عبد المالک خان صاحب
۹-۳۰ تا ۹-۴۵	خلافتِ احمدیہ کی تاریخ پر ایک نظر	مکرم مولانا عبد المالک خان صاحب

شب بخیر

۲۵ اخاء / اکتوبر بروز اتوار

اجلاس ہفتم

۴-۳۰ تا ۵-۰۰	نماز تہجد

۵-۰۰ تا ۵-۳۰	نماز فجر	
۵-۳۰ تا ۵-۴۵	درس قرآن مجید	مکرم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب
۵-۴۵ تا ۶-۰۰	درس حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم	مکرم سید داؤد احمد صاحب
۶-۰۰ تا ۶-۱۵	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جذبۂ خدمتِ دین	مکرم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب
۶-۱۵ تا ۶-۳۰	صحابۂ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فدائیت	مکرم مرزا عبدالحق صاحب
۶-۳۰ تا ۷-۰۰	ذکرِ حبیب	(مکرم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب انتظام کریں گے)
۷-۰۰ تا ۸-۳۰	وقفہ برائے ناشتہ	

اجلاس ہشتم

۸-۳۰ تا ۸-۳۷	تلاوت قرآن کریم	مکرم چوہدری عبدالعزیز صاحب
۸-۳۷ تا ۸-۴۵	نظم	مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب
۸-۴۵ تا ۹-۰۰	نماز باجماعت کی اہمیت	مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب
۹-۰۰ تا ۹-۱۵	سچائی کا بلند معیار اور جماعت احمدیہ	مکرم شیخ محمد حنیف صاحب
۹-۱۵ تا ۹-۳۰	معاملات میں صفائی	مکرم مولانا غلام احمد صاحب فرخ
۹-۳۰ تا ۹-۴۵	انصار اور تربیت اولاد کی اہمیت	مکرم قاضی محمد نذیر صاحب
۹-۴۵ تا ۹-۵۵	نظم	مکرم محمد احمد صاحب انور
۹-۵۵ تا ۱۰-۱۰	خلافت اور مجددیت	مکرم مولوی دوست محمد صاحب
۱۰-۱۰ تا ۱۰-۲۵	بیعت کے تقاضے	مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب
۱۰-۲۵ تا ۱۰-۴۰	جماعت مومنین میں انقطاع الی اللہ۔ للٰہیت اور فدائیت کا شدید جذبہ	مکرم مولوی نذیر احمد صاحب مبشر
۱۰-۴۰ تا ۱۰-۵۵	خلافت کے موجودہ دور میں ہماری ذمہ داریاں	مکرم مولانا عبدالمالک خان صاحب
۱۰-۵۵ تا ۱۱-۱۰	خطاب	صدر محترم مجلس انصار اللہ مرکزیہ
۱۱-۱۰ تا ۱۱-۲۰	نظم	مکرم چوہدری عبدالعزیز صاحب
۱۱-۲۰ تا ۱۱-۳۰	نظم	مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب
۱۱-۳۰ تا ___	اختتامی خطاب۔ عہد و دعا	سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کی خدمت میں درخواست کی جائے گی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خاکسار:- محبوب عالم خالد
قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ

یہ صدق و وفا دکھانے کا وقت ہے

خدمت کا یہ آخری موقع ہے جو نوع انسان کو دیا گیا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

''اب وقت تنگ ہے میں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ کوئی جوان یہ بھروسہ نہ کرے کہ اٹھارہ انیس سال کی عمر ہے اور ابھی بہت وقت باقی ہے - تندرست اپنی تندرستی اور صحت پر ناز نہ کرے - اسی طرح اور کوئی شخص جو عمدہ حالت رکھتا ہے وہ اپنی وجاہت پر بھروسہ نہ کرے - زمانہ انقلاب میں ہے - یہ آخری زمانہ ہے - اللہ تعالیٰ صادق اور کاذب کو آزمانا چاہتا ہے - اس وقت صدق و وفا کے دکھانے کا وقت ہے اور آخری موقع دیا گیا ہے - یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا - یہ وہ وقت ہے کہ تمام نبیوں کی پیشگوئیاں یہاں آکر ختم ہو جاتی ہیں - اس لئے صدق اور خدمت کا یہ آخری موقع ہے جو نوع انسان کو دیا گیا ہے - اب اس کے بعد کوئی موقع نہ ہو گا - بڑا ہی بد قسمت وہ ہے جو اس موقع کو کھودے -

نرا زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے بلکہ کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگو کہ وہ تمہیں صادق بنا دے - اس میں کاہلی اور سستی سے کام نہ لو بلکہ مستعد ہو جاؤ اور اس تعلیم پر جو میں پیش کر چکا ہوں عمل کرنے کے لئے کوشش کرو اور اس راہ پر چلو جو میں نے پیش کی ہے - عبداللطیف کے نمونہ کو ہمیشہ مد نظر رکھو کہ اس سے کس طرح پر صادقوں اور وفاداروں کی علامتیں ظاہر ہوئی ہیں - یہ نمونہ خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے پیش کیا ہے -

ہمیشہ ملتے رہو - یہ دنیا چند روزہ ہے ایک دن آنا ہے کہ نہ ہم ہوں گے نہ تم اور نہ کوئی اور ، اور یہ سب جنگل ویرانہ ہو گا ''

(ملفوظات جلد ششم صفحہ ۲۶۳ ، ۲۶۴)

ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپا